قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (آل عمران 74)

روزنامہ

الفضل لندن

مدیر ابو سعید

Online Edition

منگل 9 جون 2020ء　　17 شوال 1441 ہجری قمری　　جلد:2 | شمارہ: 138

ارشاد باری تعالیٰ

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿۱۳۷﴾

(النساء:137)

ترجمہ: اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اس کتاب پر بھی جو اس نے اپنے رسول پر اتاری ہے اور اس کتاب پر بھی جو اس نے پہلے اتاری تھی۔ اور جو اللہ کا انکار کرے اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور یوم آخر کا تو یقیناً وہ بہت ہی دُور کی گمراہی میں بھٹک چکا ہے۔

فرمانِ رسول ﷺ

نیک نیت کا اجر

ایک دفعہ آپؐ ایک صحابیؓ کے گھر گئے انہوں نے وہاں نیا گھر بنایا تھا۔ دیکھا کہ ایک کھڑکی رکھی ہوئی ہے۔ ظاہر ہے آپ کو معلوم تو تھا کھڑکی کیوں رکھی جاتی ہے۔ آپؐ نے تربیت کے لئے اس سے پوچھا کہ بتاؤ یہ کھڑکی کس لئے رکھی ہے؟ انہوں نے عرض کی کہ ہوا اور روشنی کے لئے۔ آپؐ نے فرمایا بالکل ٹھیک ہے لیکن اس لئے رکھ دیتے، یہ بھی نیت ساتھ ملا لیتے کہ اذان کی آواز بھی اس سے آئے گی تاکہ میں نمازوں پہ جا سکوں تو تم نے پہلے جو یہ دونوں مقصد بیان کئے ہیں وہ تو حاصل ہو ہی جاتے اور ساتھ ہی اس کا ثواب بھی مل جاتا۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد 4 صفحہ 167 کتاب الجنائز باب دفن المیت شرح حدیث نمبر 1710 بیروت 2001ء)

فرمان خلیفہ وقت

خلافت کے ساتھ عبادت کا تعلق

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

”نمازوں کے حوالے سے ہی میں ایک اور بات کہنا چاہتا ہوں ہمیشہ یاد رکھیں کہ خلافت کے ساتھ عبادت کا بڑا تعلق ہے۔ اور عبادت کیا ہے؟ نماز ہی ہے۔ جہاں مومنوں سے دلوں کی تسکین اور خلافت کا وعدہ ہے وہاں ساتھ ہی اگلی آیت میں اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ (النور:57) کا بھی حکم ہے۔ پس تمکنت حاصل کرنے اور نظام خلافت سے فیض پانے کے لئے سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ نماز قائم کرو، کیونکہ عبادت اور نماز ہی ہے جو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والی ہوگی۔ ورنہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس انعام کے بعد اگر تم میرے شکر گزار بنتے ہوئے میری عبادت کی طرف توجہ نہیں دو گے تو نافرمانوں میں سے ہو گے۔ پھر شکر گزاری نہیں ناشکر گزاری ہو گی اور نافرمانوں کے لئے خلافت کا وعدہ نہیں ہے بلکہ مومنوں کے لئے ہے۔ پس یہ انتباہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اپنی نمازوں کی طرف توجہ نہیں دیتا کہ نظام خلافت کے فیض تم تک نہیں پہنچیں گے۔ اگر نظام خلافت سے فیض پانا ہے تو اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل کرو کہ یَعْبُدُوْنَنِیْ (النور:56) یعنی میری عبادت کرو۔ اس پر عمل کرنا ہو گا۔ پس ہر احمدی کو یہ بات اپنے ذہن میں اچھی طرح بٹھا لینی چاہئے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے اس انعام کا، جو خلافت کی صورت میں جاری ہے، فائدہ تب اٹھا سکیں گے جب اپنی نمازوں کی حفاظت کرنے والے ہوں گے۔“

(خطبہ جمعہ فرمودہ 13 اپریل 2007ء)

حضرت سلطان القلمؑ کے رشحات قلم

اس سلسلہ کو منہاج نبوت پر آزمائیں

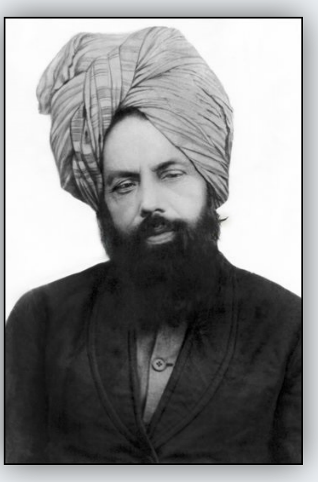

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

”منہاج نبوت پر اس سلسلہ کو آزمائیں اور پھر دیکھیں کہ حق کس کے ساتھ ہے۔ خیالی اصولوں اور تجویزوں سے کچھ نہیں بنتا۔ اور نہ میں اپنی تصدیق خیالی باتوں سے کرتا ہوں۔ میں اپنے دعویٰ کو منہاجِ نبوت کے معیار پر پیش کرتا ہوں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اسی اصول پر اس کی سچائی کی آزمائش نہ کی جاوے۔

جو دل کھول کر میری باتیں سنیں گے میں یقین رکھتا ہوں کہ فائدہ اٹھاویں گے اور مان لیں گے۔ لیکن جو دل میں بخل اور کینہ رکھتے ہیں ان کو میری باتیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکیں گی۔ ان کی تو اَحْوَل جیسی مثال ہے جو ایک کے دو دیکھتا ہے۔ اس کو خواہ کسی قدر دلائل دیئے جائیں کہ دو نہیں ایک ہی ہے وہ تسلیم ہی نہیں کرے گا۔ کہتے ہیں کہ ایک اَحْوَل خدمتگار تھا۔ آقا نے کہا کہ اندر سے آئینہ لے آؤ۔ وہ گیا اور واپس آکر کہا کہ اندر تو دو آئینے پڑے ہیں۔ کونسا لے آؤں؟ آقا نے کہا کہ ایک ہی ہے۔ دو نہیں۔ اَحْوَل نے کہا تو کیا میں جھوٹا ہوں؟ آقا نے کہا اچھا ایک کو توڑدے۔ جب توڑا گیا تو اسے معلوم ہوا کہ درحقیقت میری غلطی تھی۔ مگر اِن اَحْولوں کا جو میرے مقابل ہیں کیا جواب دوں؟

غرض ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ بار بار اگر کچھ پیش کرتے ہیں تو حدیث کا ذخیرہ جس کو خود یہ ظن کے درجہ سے آگے نہیں بڑھاتے۔ ان کو معلوم نہیں کہ ایک وقت آئے گا کہ ان کے رطب و یابس امور پر لوگ ہنسی کریں گے۔

یہ ہر ایک طالبِ حق کا حق ہے کہ وہ ہم سے ہمارے دعویٰ کا ثبوت مانگے۔ اس کے لئے ہم وہی پیش کرتے ہیں جو نبیوں نے پیش کیا۔ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ، عقلی دلائل یعنی موجودہ ضرورتیں جو مصلح کے لئے متدعی ہیں۔ پھر وہ نشانات جو خدا نے میرے ہاتھ پر ظاہر کئے میں نے ایک نقشہ مرتب کر دیا ہے۔ اس میں ڈیڑھ سو کے قریب نشانات دیئے ہیں جن کے گواہ ایک نوع سے کروڑوں انسان ہیں۔ بیہودہ باتیں پیش کرنا سعاد تمند کا کام نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے فرمایا تھا کہ وہ حَکَم ہو کر آئے گا۔ اس کا فیصلہ منظور کرو۔ جن لوگوں کے دل میں شرارت ہوتی ہے۔ وہ چونکہ ماننا نہیں چاہتے ہیں اس لئے بیہودہ حجتیں اور اعتراض پیش کرتے رہتے ہیں۔ مگر وہ یاد رکھیں کہ آخر خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق زور آور حملوں سے میری سچائی ظاہر کرے گا۔

میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر میں افترا کرتا تو وہ مجھے فی الفور ہلاک کر دیتا۔ مگر میرا سارا کاروبار اس کا اپنا کاروبار ہے۔ اور میں اسی کی طرف سے آیا ہوں۔ میری تکذیب اس کی تکذیب ہے۔ اس لئے وہ خود میری سچائی ظاہر کردے گا۔“ (ملفوظات جلد اول صفحہ 379)

اس شمارہ میں

- (دربار خلافت) انسان کی زندگی میں انقلاب پیدا کرنے کے ذرائع
- یاجوج ماجوج کی پیشگوئی
- قادیان کی یادیں
- حضرت منشی ظفر احمدؓ کے تبلیغی واقعات
- ڈاکٹر پیر محمد نقی الدین
- رپورٹ تقریب آمین ٹورنٹو ویسٹ لوکل امارت، کینیڈا
- جماعت احمدیہ سینیگال کی خدمت انسانیت
- آسٹریلیا کا منفرد جانور۔ کینگرو

دربارِ خلافت

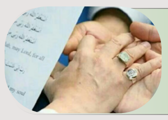

انسان کی زندگی میں انقلاب پیدا کرنے کے ذرائع

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرماتے ہیں۔

’’وَمَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَی اللّٰہِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَّقَالَ اِنَّنِیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ (حٰم السجدۃ: 34) اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ اور بات کہنے میں اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور نیک اعمال بجا لائے اور کہے کہ میں یقیناً کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ یہ آیت ایک کامل مثال ہے اور ان تمام خصوصیات کو سمیٹے ہوئے ہے جو ایک مومن کا خاصہ ہونا چاہئے۔ ایک حقیقی مسلمان سے زیادہ کون ان باتوں کو کرنے والا ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو یہ تین باتیں یا تین خصوصیات بتائی ہیں اگر کسی میں ہوں تو اس کی زندگی میں انقلاب پیدا ہو سکتا ہے اور ایسا شخص نہ صرف اپنی زندگی میں انقلاب پیدا ہو سکتا ہے بلکہ معاشرے میں بھی انقلاب پیدا کرنے والا بن سکتاہے۔ یہ جو تین باتیں ہیں یعنی دعوت الی اللہ کرنا، عمل صالح کرنا اور اطاعت اور فرمانبرداری کا نمونہ دکھا کر یہ اعلان کرنا کہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی تمام باتوں پر عمل کرنے والا یا عمل کرنے کی حتی المقدور کوشش کرنے والا ہوں۔ یہ باتیں ایسی ہیں جن میں سے پہلی بات ایک مومن کو دینی علم سیکھنے اور اسے دنیا کو سکھانے والا بناتی ہے۔ جو یہ سکھاتی ہے کہ دنیا کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے حق کیا ہیں اور تم نے انہیں کس طرح ادا کرنا ہے۔ یہ بتاتی ہے کہ دوسروں کو بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ایک دوسرے کے کیا حقوق رکھے ہیں اور تم نے انہیں کس طرح ادا کرنا ہے۔ دوسروں کو بتانے کی طرف تبھی توجہ پیدا ہوسکتی ہے جب دوسروں کے لئے ایک درد دل میں ہو۔ ان کو شیطان کے نرغے اور قبضہ سے بچانے کے لئے ایک تڑپ اور توجہ ہو۔ عبادالرحمٰن کے گروہ کو بڑھانے کے لئے ایک تڑپ ہو۔ جس میں یہ خصوصیت پیدا ہو جائے یا اللہ تعالیٰ کے قریب لانے کے لئے ایک جذبہ اور شوق ہو خاص طور پر ایسے حالات میں جبکہ شیطان کے منصوبے اور اللہ تعالیٰ سے دُور کرنے کے لئے مختلف دلچسپیوں کے سامان اپنی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں۔ ایسے حالات میں خدا تعالیٰ کا خوف رکھنے والا اور اس کے قرب کو تلاش کرنے والا ہی یہ کوشش اور جدوجہد کر سکتا ہے۔

پھر دوسری خصوصیت یہ ہے کہ فرمایا کہ عمل صالح بجا لاؤ۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حق ادا کرنے کی طرف نہ صرف توجہ دو بلکہ خود ایک مثال بن کر اپنا نمونہ دوسروں کے لئے قائم کرو ورنہ اگر اپنا عمل نہیں تو تمہارا دینی علم بھی بے فائدہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے کا عمل بھی اللہ تعالیٰ کی برکات اور بہتر نتائج سے خالی ہو گا۔ جب یہ صورتحال ہو تو پھر دعوت الی اللہ کی تمام کوششیں بیکار گئیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا بھی پھر حاصل نہ ہوئی۔ اور پھر تیسری خصوصیت یہ بیان فرمائی کہ حقیقی مومن یہ اعلان کرے کہ میں کامل فرمانبرداروں میں سے ہوں۔ یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے احکامات پر کامل ایمان لاتا ہوں اور نہ صرف ایمان لاتا ہوں بلکہ ان کو اپنی زندگی کا حصہ بناتا ہوں۔ میں دین کو دنیا پر مقدم کرنے والا ہوں اور رہوں گا۔ فرمانبرداری میں خلیفۂ وقت اور نظام جماعت کی اطاعت اور فرمانبرداری بھی آ جاتی ہے۔ یہ کہنا کہ میں بڑی تبلیغ کر رہا ہوں، میرے پاس بڑا علم ہے، مجھے کسی نظام کی ضرورت نہیں ہے، یہ طریق اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ ایک جماعت قائم کرنا چاہتا تھا اور اس نے قائم کر دی۔ پس اس کے ساتھ جڑنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ بیشک دعوت الیٰ اللہ بڑی اچھی بات ہے لیکن یہ اعلان بھی ضروری ہے کہ اِنَّنِیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ کہ میں اطاعت کے اعلیٰ معیار قائم رکھتے ہوئے فرمانبرداری کا بھی اعلان کرتا ہوں۔ اسی طرح عمل صالح اور نیک عمل اور تقویٰ کے معیار بھی اسی وقت حاصل ہوتے ہیں جب اطاعت اور فرمانبرداری کا معیار بھی بلند ہو گا۔ بعض دفعہ بظاہر نیک یا دین کا کام کرنے والے لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کا انجام نظر آتا ہے کہ اچھا نہیں ہوا۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک مومن کو، ایک عمدہ ترین بات کہنے والے کو بھی اعلیٰ نمونہ دکھانے والے کے معیار اس وقت حاصل ہوں گے اور نتیجہ خیز ہوں گے جب وہ یہ اعلان بھی کرے کہ میں فرمانبردار ہوتا ہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے نظام کی کامل فرمانبرداری اور اطاعت کرتا ہوں۔ اور ہم احمدیوں کے لئے یہ معیار جو کامل فرمانبرداری کے ہیں تبھی قائم ہوں گے، ہماری تبلیغ تبھی کامیاب ہو گی اور ہماری نیکیاں تبھی عملِ صالح کہلائیں گی جب ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد نظام خلافت کی بھی پوری اطاعت کرنے والے ہوں گے اور خلافت کے زیر انتظام جو نظام ہے اس سے بھی تعاون کرنے والے ہوں گے۔ ہماری انفرادی اور اجتماعی کوششوں میں برکت تبھی پڑے گی جب جماعت کا ہر فرد اور ہر عہدیدار بھی، ہر کارکن بھی اور ہر مربی بھی نظام کو سمجھنے اور ایک دوسرے کے حق ادا کرنے والا ہو گا۔‘‘(خطبہ جمعہ فرمودہ 20۔اپریل 2018ء)

خلافت

خلافت روحِ انساں کی طبیعت کو بدلتی ہے
یہ روحوں کو ہے گرماتی یبوست کو بدلتی ہے

بچا کے خشک سالی سے سدا شاداب کرتی ہے
بھری رت سے یہ مؤمن کی زراعت کو بدلتی ہے

گناہ کے زہرِ قاتل کا عجب تریاق بے پایاں
مرضِ دل کے فنا کر کے عفونت کو بدلتی ہے

بہا کے علم وعرفاں کے خزینے مؤمنوں پہ یہ
بڑی حکمت سے ان کی سب فراست کو بدلتی ہے

صدا میں اس کی یکسر عجب تاثیر قدسی ہے
پڑے جس دل پہ اس کی سب قساوت کو بدلتی ہے

خلوصِ دل سے اس حبلِ خداے جُڑ کے دیکھو تو
یقیناً ہر بشر کو اور جمیعت کو بدلتی ہے

سکھائے عاجزی ہر پل کرے اخلاق میں محکم
خلافت مؤمنوں کی ہر طریقت کو بدلتی ہے

بتائے معرفت کے گُر کرے نور یقیں سے پُر
دمِ عیسیٰ سے شیطانی کدورت کو بدلتی ہے

خدا کے اذن سے اس کی دعا مقبول ہوتی ہے
مٹا دیتی ہے مایوسی صعوبت کو بدلتی ہے

خلافت ظلمتوں میں روشنی کی لو جلاتی ہے
عطا کرتی بصیرت ہے بصارت کو بدلتی ہے

ڈھا پائیں نہ شیطاں بھی جو تعمیرِ حصینِ روح
سِرے سے قلب و جاں کی وہ عمارت کو بدلتی ہے

بڑے فضل و کرم سے اب یہ نعمت پھر ملی ہم کو
بکھیرے گل محبت کے جو نفرت کو بدلتی ہے

خلوصِ دل سے طاعت میں جھکائے سر کھڑا نایکؔ
خلافت کی قدم بوسی ہزیمت کو بدلتی ہے

سلیق احمد نایکؔ۔ قادیان

چوہدری نثار احمد

یاجوج ماجوج کی پیشگوئی

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے ۔

قَالُوا يٰذَا الْقَرْنَيْنِ إِنَّ يَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ مُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجاً عَلَىٰ أَن تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ سَدّاً۔(الکہف:95) انہوں نے کہا اے ذوالقرنین یاجوج ماجوج یقیناً اس ملک میں فساد پھیلا رہے ہیں پس کیا ہم (لوگ) آپ کے لئے کچھ خراج اس شرط پر مقرر کر دیں کہ آپ ہمارے درمیان اور ان کے درمیان ایک روک بنا دیں۔

قرآن کریم میں دوسری جگہ یاجوج ماجوج کے پھیلنے کا ذکر ان الفاظ میں کیا گیا ہے حَتّٰى إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ وَهُم مِّن كُلِّ حَدَبٍ يَّنسِلُونَ۔ وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوْا يٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِي غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ۔(انبیاء:98,97) یعنی جب یاجوج ماجوج کی روک کو ہم دور کر دیں گے اور وہ سمندر کی لہروں پر سے تیزی سے سفر کرتے ہوئے سب دنیا میں پھیل جائیں گے اس کے بعد ہمارا وعدہ ان کی تباہی کے متعلق پورا ہو گااور عذاب آئے گا تب وہ حیران ہو کر کہیں گے کہ ہمیں تو اس عذاب کاخیال تک نہ تھا اور ہم تو دنیا پر ظلم کرتے رہے۔ اب ہماری تباہی میں کیا شک ہے۔

اس آیت میں یہ بھی بتایا گیاہے کہ یاجوج ماجوج مشرق کی طرف کسی دیوار کے رخنہ میں سے نہیں بلکہ سمندر کے راستہ سے آئیں گے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان کا سمندروں پر قبضہ ہو گا اور سب دنیا کے سمندروں پر ان کے جہاز چلیں گے۔ کیونکہ مِّن كُلِّ حَدَبٍ کے الفاظ آیت میں استعمال ہوئے ہیں جن کے معنے ہیں کہ سمندر کی سب لہروں پر سے وہ آئیں گے۔ نیز اس آیت میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ان کے یہ سفر بڑی جلدی سے طے ہوں گے۔ اس سے دخانی جہازوں کی ایجاد کی طرف اشارہ ہے۔ چنانچہ دیکھ لو یہ پیشگوئی کس طرح حرف بہ حرف پوری ہوئی۔ سمندر ہی کے ذریعہ سے یہ اقوام مشرق میں پھیلیں اور سمندری سفر جس طرح ان کے زمانہ میں جلدی طے ہونے لگا ہے اس کی نظیر پہلے نہیں ملتی۔
(تفسیر کبیر جلد 5زیر آیت سورۃالکہف)

اسی طرح حضرت مسیح موعودؑ براہین احمدیہ میں یاجوج ماجوج کے متعلق فرماتے ہیں۔

ہاں جیسا کہ قرآن شریف میں عیسائیت کے فتنہ کا ذکر ہے ایسا ہی یاجوج ماجوج کا ذکر ہے اور اس آیت میں اُن کے غلبہ کی طرف اشارہ ہے کہ تمام زمین پر اُن کا غلبہ ہو جائے گا اب اگر دجال اور عیسائیت اور یاجوج ماجوج تین علیحدہ قومیں سمجھیں جائیں جو مسیح کے وقت ظاہر ہوں گی تو اور بھی تناقض بڑھ جاتا ہے مگر بائبل سے یقینی طور پر یہ بات سمجھ آتی ہے کہ یاجوج ماجوج کا فتنہ بھی درحقیقت عیسائیت کا فتنہ ہے۔ کیونکہ بائبل نے اس کو یاجوج کے نام پر پکاراہے۔ پس درحقیقت ایک ہی قوم کو بااعتبار مختلف حالتوں کے تین ناموں سے پکارا گیا ہے۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص 95)

فلسطین پر یہود کے قابض ہونے کی پیشگوئی

قرآن کریم میں ہے کہ وَقُلْنَا مِن بَعْدِهِ لِبَنِي إِسْرَائِيلَ اسْكُنُوا الْأَرْضَ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيفاً۔(بنی اسرائیل:105) اس میں اسْكُنُوا الْأَرْضَ سے مراد مصر کی سرزمین نہیں۔ کیونکہ مصر میں تو وہ نہیں آباد ہوئے ،اس سے مراد ملک کنعان ہے یعنی وہ ملک جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ گویا الارض سے مراد معہود ذہنی ہے۔ رسول کریم ﷺ کو موسیٰ علیہ السلام پر یہ فضیلت ہے کہ ان کو جو جگہ ملی وہ مصر کے قائم مقام تھی۔ مصر نہیں ملا۔ رسول کریم ﷺ کو عین وہ جگہ ملی جو آپ کا وطن تھا اورپھر دشمنوں کے ملک بھی ہاتھ آئے۔ فَإِذَا جَاءَ وَعْدُ الْآخِرَةِ ۔ یعنی اب تم کنعان میں جاؤ۔ لیکن ایک وقت کے بعد تم کو وہاں سے نکلنا پڑے گاپھر خدا تعالیٰ تم کو واپس لائے گا پھر تم نافرمانی کرو گے اور دوسری دفعہ عذاب آئے گا اس کے بعد تم جلاوطن رہو گے۔یہاں تک کہ تمہاری مثیل قوم کے متعلق جو دوسری تباہی کی خبر ہے اس کا وقت آجائے۔ اس وقت پھر تم کو مختلف ملکوں سے اکٹھا کر کے ارض مقدس میں واپس لایا جائے گا۔

اس آیت سے یہ ظاہر ہے کہ جس طرح بنی اسرائیل کے لئے دو تباہیوں کی خبر اس سورت کے شروع میں دی گئی تھی ویسی ہی خبر مسلمانوں کے لئے بھی دی گئی ہے کیونکہ مسلمانوں کو بنی اسرائیل کا مثیل قرار دیا گیا ہے۔ جس سے رسول کریم ﷺ کو موسیٰ کا مثیل قرار دیا گیا ہے اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ سورت کے شروع میں دو وعدوں کا ذکر ہے اور دونوں عذاب کے وعدے ہیں ۔ ایک بخت نصر شاہ بابل کے ہاتھوں پورا ہوا اور دوسرا ٹائیٹس شاہ روم کے ہاتھ سے پورا ہوا۔ (دیکھو رکوع اول) ان دونوں وعدوں میں بنی اسرائیل کے اکٹھا کرنے کا ذکر نہیں بلکہ ان کے پراگندہ ہونے کا ذکر ہے ۔ اس کے برخلاف اس آیت میں یہ ذکر ہے کہ دوسرے وعدے کے وقت بنی اسرائیل کو پھر ارض مقدس میں لایا جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ دوسرا وعدہ کوئی اور ہے اور اس دوسرے وعدے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس دوسرے وعدے کے ساتھ کوئی پہلا وعدہ بھی ہے ۔ اب ہم غور کرتے ہیں تو ان دونوں وعدوں کا ذکر قرآن کریم میں صرف اس طرح ملتا ہے کہ محمد رسول ﷺ کو مثیل موسیٰ قرار دیاگیا ہے۔ اور سورہ فاتحہ میں مسلمانوں کے ایک حصہ کے متعلق خبر دی گئی ہے کہ وہ اہلِ کتاب کے نقش قدم پر چلیں گے ۔ پس ان دونوں باتوں کو ملا کر ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ بنی اسرائیل کی طرح دو عذاب کے وعدے مسلمانوں کے لئے بھی کئے گئے ہیں اور اس جگہ وَعْدُ الْآخِرَةِ سے مراد مسلمانوں کے دوسرے عذاب کا وعدہ ہے اور بتایا یہ ہے کہ مسلمانوں پر جب یہ عذاب آئے گا کہ دوسری دفعہ ارض مقدس کچھ عرصہ کے لئے ان کے ہاتھ سے نکل جائے گی تو اس وقت اللہ تعالیٰ پھر تم کو اس ملک میں واپس لے آئے گا۔ چنانچہ دیکھ لو اسی طرح واقعہ ہوا ہے جس طرح بخت نصر کے وقت میں پہلی دفعہ ارض مقدس یہود کے ہاتھ سے نکلی۔ اسی طرح صلیبی جنگوں کے وقت مسلمانوں کے ہاتھ سے نکلی۔ پھر جس طرح موسیٰ سے تیرہ سو سال بعد حضرت مسیحؑ کے صلیب کے واقعہ کے بعد جبکہ گویا وہ بظاہر اس ملک کے لوگوں کے لئے مر گئے تھے ۔ بنی اسرائیل کو ارض مقدس سے دوبارہ بے دخل کر دیا گیا۔ اسی طرح اس زمانہ میں جبکہ رسول کریم ﷺ کی وفات پر اتنا ہی عرصہ گزرا ہے مسلمانوں کی حکومت پھر ارض مقدس سے جاتی رہی ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم نے فرمایا تھا مسلمانوں کا یہ دوسرا عذاب یہود کے لئے ارضِ مقدس میں واپس آنے کا ذریعہ بن گیا ہے۔

تفسیر فتح البیان کے مصنف اس آیت کے متعلق لکھتے ہیں کہ بعض علماء کے نزدیک وَعْدُ الْآخِرَةِ سے اس جگہ مسیح موعود کا نزول مراد ہے۔

گناہوں کی کثرت کی پیشگوئی

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ(سورۃ التکویر:13)اور جب جہنم کو بھڑکا دیا جائے گا۔

جہنم کے معنی خود آگ کے ہیں۔ پس جو پہلے ہی آگ ہے اس کا بھڑکایا جانا اور بھی خطرناک حالت پر دلالت کرتا ہے یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کہتے ہیں ’’کریلہ اور پھر نیم چڑھا‘‘ جہنم کے بھڑکائے جانے کے ایک معنی تو یہ ہیں کہ اس زمانہ میں گناہ کی زیادتی ہو جائے گی کیونکہ جب کوئی مہمان آیا ہوا ہو تو اس کا کھانے پکانے اور ضیافت کرنے کے لئے آگ کو بھڑکایا جاتا ہے ۔پس جہنم جن لوگوں کا گھر ہے اور جن کا نزول واقعہ ہوا ہے جب وہ کثرت سے اس گھر میں جائیں گے تو یہ لازمی بات ہے کہ اس کی آگ بھی بھڑکائی جائے گی پس اس کے ایک معنی یہ ہیں کہ گناہوں کی زیادتی کی وجہ سے اس زمانہ میں دوزخیوں کی تعداد بڑھ جائے گی۔

وَإِذَا الْجَحِيمُ سُعِّرَتْ کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ اس وقت خدا کا ایک نبی آئے گا جس کی مخالفت کی وجہ سے خدا تعالیٰ کا غضب بھڑک اٹھے گا کیونکہ خدا تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولاً (بنی اسرائیل :16)ہم اس وقت تک لوگوں پر عذاب نازل نہیں کرتے جب تک اپنا رسول بھیج کر ان پر حجت تمام نہ کر لیں ۔ پس اس آیت میں ایک لطیف اشارہ اس امر کی طرف بھی ہے کہ اس وقت خدا کا ایک مامور آئے گا کیونکہ جب اس کی طرف سے کوئی مامور آتا ہے تو اس کے آنے کے ساتھ جہاں مومنوں کے لئے رحمت کے دروازے کھلتے ہیں وہاں کفا ر کے لئے عذاب کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔

پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ (التکویر:14)

یہ وَإِذَا الْجَنَّةُ أُزْلِفَتْ کا ایک طبعی نتیجہ ہے جو بیان کیا گیا ہے کیونکہ جب گناہ بڑھ جاتے ہیں اور خداتعالیٰ کی طرف لوگوں کی توجہ نہیں رہتی تو اس وقت جنت بھی لوگوں کے قریب کر دی جاتی ہے اور تھوڑی سی محنت اور تھوڑی سی قربانی سے وہ اس کو حاصل کر لیتے ہیں جس زمانہ میں نیکی کی کثرت ہو ۔جنت کا حصول اتنا آسان نہیں ہوتا جتنا اس زمانہ میں جب لوگوں میں عام طور پر بے دینی پائی جاتی ہو۔ کیونکہ اس وقت خدا تعالیٰ کی طرف ادنیٰ توجہ بھی اس کی خوشنودی کا مستحق بنا دیتی ہے۔اس آیت کے ایک یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ جنت کے حصول کے لئے اس زمانہ کی قربانیاں نسبتاً آسان ہوں گی ۔جہاد بند ہو گا اور اس طرح جانی قربانی کے مواقع پیش نہیں آئیں گے ۔صرف مالی قربانی کر کے وہ جنت کو حاصل کر سکیں گے۔ پہلا زمانہ وہ تھا جب اَلْجَنَّةُ تَحْتَ ظِلَالِ السُّيُوْفِ (بخاری کتاب الجہاد) کا سبق مومنوں کے سامنے دُہرایاجاتا ہے مگر اِس زمانہ میں تلوار کا جہاد اللہ تعالیٰ کی حکمت کے ماتحت بند ہے اس لئے اب وہ تکالیف برداشت نہیں کرنی پڑتیں جو پہلے زمانہ میں برداشت کرنی پڑتی تھیں۔ اب جہاد بالسیف کے بغیر ہی مالی قربانیوں میں حصہ لے کر جنت مل سکتی ہے۔

اس آیت کے ایک معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ مامور من اللہ کی بیعت کی وجہ سے جنت کا پانا ان سے پہلے لوگوں کی نسبت آسان ہو جائے گا جنہوں نے کسی مامور کا زمانہ نہیں دیکھا ۔ آج سے سو سال پہلے ساری عمر بزرگان دین کی صحبت میں گزار کر جو نور حاصل ہوتا تھاوہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ایک نکتۂ معرفت سے انسانی قلب میں پیدا ہو جاتا ہے پھر جو نشانات اور معجزات اِس وقت ہمارے سامنے ہیں اور جن کے ذریعے ایک زندہ خدا ہمیں نظرآرہا ہے یہ پہلے کہاں تھے۔اسی طرح اللہ تعالیٰ کے تازہ الہامات ہمارے ایمانوں میں جو تازگی پیدا کرتے ہیں وہ پہلے زمانہ کے لوگوں کو کہاں نصیب ہوتی تھی۔ پس حق یہی ہے کہ اس زمانہ میں ایک مامور من اللہ کی بعثت اور پھر اُس کی بیعت کی وجہ سے جنت کا حصول پہلے لوگوں کی نسبت بہت زیادہ آسان ہوگیا ہے اور یہی مامورِ زمانہ کی علامت ہوتی ہے کہ اس وقت جنت بالکل قریب کر دی جاتی ہے۔

فرماتا ہے اس دن الٰہی تقدیر خاص طور پر جاری ہو گی اور نتائج اعمال خاص طور پر نکلنے شروع ہوں گے ۔مطلب یہ کہ عام زمانہ میں فردی محاسبہ ہوتا ہے جیسا کہ آیت وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُولاً (بنی اسرائیل ع : 16)سے ظاہر ہے اور قومی محاسبہ بڑا سخت ہوتا ہے لیکن قومی محاسبہ ایسی چیز ہے جو سب کو نظر آجاتی ہے کیونکہ اس کا تعلق تمام قوم کے ساتھ ہوتا ہے چنانچہ زلازل

اور جنگوں کی کثرت سے اس قومی محاسبہ کے دن کا اب اظہار ہو رہا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ زلازل سے زمین اس طرح ہلائی جائے گی کہ انسان پکار اٹھے گا مَالَهَا (سورہ زلزال) زمین کو کیا ہو گا کہ عذاب پر عذاب اور تباہی پر تباہی آتی جا رہی ہے ۔ چنانچہ عام طور پر یہی احساس لوگوں کے قلوب میں پید اہو رہا ہے کہ یہ خدائی عذاب ہے جو دُنیا پر مسلط ہے اور اس کی طرف سے اب زلازل اور جنگوں کے نتائج قومی طور پر نکلنے شروع ہو جائیں گےاور تقدیر الٰہی دنیا میں خاص طور پر جاری ہو جائے گی۔
(تفسیر کبیر زیر آیت ہٰذا سورہ التکویر)

سائنسی اور دیگر پیشگوئیاں

پھر خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَإِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ اور جب آسمان کی کھال اُتار دی جائے گی
وَإِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ میں آسمان سے مراد چونکہ آسمانی علوم بھی لئے جا سکتے ہیں اس لئے اس آیت کے یہ معنی ہوں گے کہ آسمانی علوم پر سے پردے اٹھا دیئے جائیں گے یعنی اس وقت آسمانی علوم دب گئے ہوں گے اور اُن پر پردے پڑ چکے ہوں گے تب اللہ تعالیٰ ایک ایسے آدمی کو مبعوث کرے گا جو آسمانی علوم کو کھول کر رکھ دے گا اور قرآن کریم کے وہ اسرار جو چھپے ہوئے تھے یا احادیث کے وہ علوم جو مخفی چلے آتے تھے ان سب کو ظاہر کر دے گا۔

دوسرے معنی اس کے یہ ہیں کہ آسمان کی کھال کھینچی جائے گی یعنی علم ہیئت میں حیرت انگیز ترقی ہو گی۔ ہماری زبان میں بھی کہتے ہیں کہ تم تو بال کی کھال اُتارتے ہو جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ تم تو بہت باریکیاں نکالتے ہو۔ چنانچہ اِس زمانہ میں علم ہیئت میں خیال ووہم سے بھی زیادہ ترقی ہوئی ہے اور سیر نجوم اور وسعت عالم اور خلق عالم اور اجرام فلکی وغیرہ کے بارہ میں غیر معمولی علوم کااضافہ ہوا ہے جو گزشتہ ہزاروں سال میں بھی نہ ہوا تھا۔ آج سے سو ڈیڑھ سوسال پہلے جو مہندس اور حساب دان تھے کہ تھوڑے عرصہ کے بعد ہی کیا سے کیا ہو جائے گا۔ پہلے زمانہ میں زیادہ سے زیادہ تین فٹ قطر کی دُوربینیں ہوتی تھیں مگر اب امریکہ میں ایک سو فٹ قطر کی دُوربین ایجاد کی گئی ہے۔ قاعدہ یہ ہوتا ہے کہ دُوربین کا جتنا بھی قطر بڑھتا جاتاہے اتنی ہی اس کی طاقت بڑھتی چلی جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کو دُوربین پر ایک کروڑ ڈالر سے زیادہ خرچ ہوا ہے۔ ہر شخص غور کر سکتا ہے کہ اتنی بڑی دُوربین کتنے سالوں میں تیار ہوئی ہو گی اور اس کے لئے کس قدر ماہرین ساری دُنیا سے جمع کئے گئے ہوں گے۔ بہرحال یہ دُوربین تیار ہوئی اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ علم ہیئت میں حیرت انگیز ترقی ہو گئی۔ دو ستاروں کے باہمی فاصلوں کا اندازہ لگانے کے لئے علم ہیئت والوں کا طریق یہ ہے کہ وہ رفتار نور سے باہمی فاصلے کا اندازہ لگاتے ہیں ۔ وہ کہتے ہیں کہ نور کی رفتار فی سیکنڈ 1 لاکھ 86 ہزار سال میل ہے۔ 1 لاکھ 86 ہزار کو 60 سے ضرب دیں گے تو ایک منٹ کی رفتار نکل آئے گی پھر اسے 24 سے ضرب دیں تو ایک دن کی رفتار نکل آئے گی اور پھر اسے 360 سے ضرب دیں تو ایک سال کی رفتار نکل آئے گی ۔ اس بنیاد پر جب وہ ایک ستارہ کے دوسرے ستارہ کا فاصلہ بتانا چاہیں تو یہ نہیں کہیں گے کہ وہ ستارہ اتنے میل دور ہے بلکہ کہیں گے کہ وہ 20 نوری سال کے فاصلہ پر ہے یا 1000 سال نوری کے فاصلہ پر ہے۔ مطلب یہ کہ ایک سال نوری کا جس قدر فاصلہ بنتا ہے اسے اتنے سالوں سے ضرب دے لو اور پھر خود ہی اندازہ لگا لو کہ اُن میں کتنا فاصلہ ہے ۔ پس دُوربینوں کی ایجاد کے ذریعے ایک تو سیر نجوم میں بہت بڑی ترقی ہوتی ہے پھر اس سے وسعت عالم کے متعلق سابقہ علوم میں بھی بہت بڑی تبدیلی ہوئی ہے۔ گزشتہ زمانہ کا ذکر تو جانے دو جنگ عظیم سے پہلے ہیئت دان 2 ہزار نوری سال عالم کی وسعت سمجھتے تھے مگر پچھلی جنگ کے خاتمہ پر انہوں نے اعلان کیا کہ یہ عالم 12 ہزار نوری سال تک پھیلا ہوا ہے اور اب یہ کہتے ہیں کہ اب اس عالم میں اتنی وسعت ہے کہ ہم اس کا اندازہ لگانے سے قطعی طور پر قاصر ہیں اور جو لوگ کچھ اندازے بتاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ 36 یا 40 ہزار نوری سال تک یہ عالم پھیل گیا ہے اور اب جبکہ میں اس نوٹ کو نظر ثانی کر رہا ہوں پہلے سے بھی اور فاصلہ کے ستاروں کا پتہ لگنے کا اعلان ہوا ہے۔

پھر نئے حساب کے ذریعے انہوں نے اپنی تحقیق میں اس قدر ترقی کر لی ہے کہ وہ کہتے ہیں ہم نے اس سارے عالم کا مرکزدریافت کر لیا ہے جس میں یہ سورج اور چاند وغیرہ ایسے ہی نظر آتے ہیں جیسے ایک چھوٹا سا ذرّہ ہوتا ہے وہ کہتے ہیں اس عالم کے اوپر اور عالم ہے پھر اور عالم اور آخر میں ایک بہت بڑا مرکز ہے جس کے اِرد گرد یہ سب سیارے اور ستارے اور سورج اور چاند وغیرہ چکر کھا رہے ہیں۔ اُن کو اپنی اس تحقیق پر اس قدر ناز ہے کہ ماہرین حساب یہ سمجھتے ہیں کہ ہم نے خدائی کا راز دریافت کر لیا ہے ۔گویا وہ مرکز ان کے نزدیک خدا ہے اور سمجھتے ہیں کہ وہاں سے اللہ تعالیٰ ساری دنیا پر حکومت کر رہا ہے ۔اسی طرح پیدائش عالم کے متعلق پرانے اور موجودہ نظریہ میں بہت بڑا فرق پیدا ہو گیاہے ۔اب ایسے آلے نکل آئے ہیں جن سے شعاعوں کو پھاڑ کر بتا دیا جاتا ہے کہ وہ شعاعیں جن ستاروں سے نکل رہی ہیں اُن میں کون کون سا مادہ ہے کیونکہ ہر شعاع جو کسی ستارہ سے لوٹتی ہے، اس ستارہ کو ساخت دینے والی دھاتوں کا اثر اپنے اندر رکھتی ہے۔ پہلے لوگ یہ سمجھتے تھے کہ تمام روشنیاں ایک ہی قسم کی ہیں مگر اب ماہرین اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ہر روشنی الگ قسم کی ہوتی ہے۔ پلاٹینم سے نکلنے والی روشنی کو اگر پھاڑا جائے تو وہ بتا دے گی کہ وہ پلاٹینم سے نکلی ہے۔اگر ریڈیم سے نکلی ہوئی روشنی کو دیکھا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ وہ ریڈیم کی ہے۔غرض ہر روشنی کو پھاڑ کر وہ بتا دیتے ہیں کہ اس کے ساتھ کن کن چیزوں کا تعلق ہے۔ اس علمی ترقی کا یہ فائدہ ہوا ہے کہ سائنسدان بیٹھے ہوئے سورج کی روشنی لیں گے اور اس کا تجربہ کر کے بتا دیں گے کہ سورج میں فلاں فلاں عناصر ہیں ۔ مریخ کی روشنی پھاڑ کر بتا دیں گےکہ اس میں فلاں فلاں عناصر ہیں۔ غرض علم ہیئت میں ایسے عظیم الشان تغیرات ہوئے ہیں کہ اُن کو دیکھ کر حیرت آتی ہے۔

پھر ایک اور انکشاف بھی ہوا ہے جواسلام کی بہت بڑی تائید کرتا ہے۔ پہلے تمام یورپ پر ڈارون تھیوری کا غلبہ تھا۔مگر اب کہا جاتا ہے کہ اس دُنیا کی کُل 48 ہزار سال عمر ہے اور سورج جوں جوں اپنے مرکز کے قریب آتا جاتا ہے اس کی گرمی میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے یہاں تک کہ 48 ہزار سال پورے ہو جائیں گے تو سورج کی گرمی اتنی شدید ہو جائے گی کہ زمین اور اِردگرد کے تمام سیاروں کو پگھلا کر رکھ دے گی۔ یہ وہی بات ہے جس کا حدیثوں میں ذکر آتا ہے کہ جب قیامت آئے گی تو سورج بالکل قریب ہو جائے گا اور اس کی گرمی زمین کو تباہ کر دے گی غرض علم ہیئت کے ذریعہ آسمان کی کھال اُدھیڑ دی گئی ہے اور اس علم میں ایسی عظیم الشان ترقی ہوئی ہے کہ جس کی مثال پہلے کسی زمانہ میں نہیں ملتی۔

تیسرے معنی اس کے یہ ہیں کہ سماء سے مراد سماوی علوم لئے جائیں۔ اس صورت میں اس آیت کا یہ مطلب ہو گا کہ یہ لوگ دین کو پھاڑ کر رکھ دیں گے اور اس کی ایسی چھان بین کریں گے کہ اپنے خیال میں اس کی کھال اکھیڑ دیں گے۔ چنانچہ دیکھ لو اس زمانہ میں دین کے متعلق ایسی ایسی بحثیں ہوئی ہیں جو پہلے کبھی نہیں ہوئی تھیں ۔پھر ہر مذہب والے نے اپنے اپنے مذہب کا ایسا تجزیہ کیا ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں رہی۔ مثلاً بائبل ہے عیسائیوں نے اس کی کھال اُدھیڑ کر رکھ دی ہے اور ثابت کیا ہے کہ فلاں بات موسیٰؑ کی نہیں بلکہ ہارونؑ کی ہے ۔ یا یہ لفظ فلاں زبان کا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں فلاں زبان تھی اس لئے معلوم ہوا کہ یہ لفظ بعد میں ملایا گیا ہے۔غرض ایسا تجزیہ کیا گیا ہے کہ ایک ایک بات کو خود عیسائیوں نے کھول کر رکھ دیا ہے ۔ اس چیر پھاڑ میں اگر کوئی زندہ وجود بچا ہے تو وہ صرف قرآن ہے ۔ ویدوں کے متعلق بھی خود ہندو محققین نے بہت بڑی تحقیقات کی ہیں اور انہوں نے ثابت کیا ہے کہ ویدوں میں فلاں فلاں زبان شامل ہے اور یہ زبان فلاں فلاں سن میں بولی جاتی تھی۔ اسی طرح ویدوں کی تاریخ اور ان کی ترتیب کے متعلق ایسا تجزیہ کیا ہے کہ ان کی کھال اُدھیڑ دی ہے ۔اس چیر پھاڑ سے صرف قرآن ہی محفوظ رہا ہے اور کوئی کتاب محفوظ نہیں رہی۔ مگر چونکہ پیشگوئی تھی کہ بہرحال آسمانی علوم کی کھال اُتاری جائے گی اور ان کے اسرار کو منکشف کیا جائے گا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ کے ماتحت اور کتابوں کی چیر پھاڑ کاکام یورپ والوں کے سپرد کر دیا ہے اور قرآنی عُلوم کے انکشاف کا کام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سپرد کر دیا ۔ کیونکہ وَإِذَا السَّمَآءُ كُشِطَتْ کی پیشگوئی نے سب پر چسپاں ہونا تھا مگر باقی کتب کا چونکہ اعزاز مد نظر نہیں تھا اس لئے اللہ تعالیٰ نے اُن کو قصابوں کے سپرد کر دیا کہ تم اِن کی کھالیں ادھیڑو اور قرآن کا چونکہ اعزاز مدّنظر تھا اس لئے اسے بجائے غیروں کے ہاتھوں میں دینے کے اپنے ایک برگزیدہ کے ہاتھوں میں دےدیا کہ تم اس کے معارف ظاہر کرو اور اس کے حقائق دنیا پر روشن کرو۔

ہوائی جہاز کی پیشگوئی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ قرآن کریم عرب میں نازل ہوا ہے اس لئے قرآن کریم میں عرب کی ضروریات اور اہل عرب کے جذبات کو پہلے مقدم رکھا گیا ہے تا کہ پہلے وہ خود قرآن کریم کو اچھی طرح سمجھ لیں پھر اسے دنیا میں پھیلائیں۔ جو قوم الہام الٰہی کی اولین مخاطب ہوتی ہے اس کے محاورات اور اس کے جذبات وغیرہ کو کلام الٰہی میں مقدم رکھا جاتا ہے کیونکہ اگر وہ اس کلام کو سمجھے گی نہیں تو اُسے پھیلائے گی کس طرح۔ یہ امر یاد رکھنا چاہئے کہ عرب میں سواری اور غذا دونوں چیزیں اونٹ سے وابستہ تھیں۔ اونٹ ہی پر وہ سواری کرتے تھے اور اونٹنی کا دودھ ہی غذا کے طور پر استعمال کرتے تھے۔ اس طرح اونٹ کا گوشت کھایا کرتے تھے اور ان تینوں باتوں کے لحاظ سے دس ماہ کی گھابن اونٹنی خواہ وہ بچہ جَن چکی ہو یا بچہ جننے والی ہو ان کی نگاہ میں بہت بڑی وقعت رکھتی تھی ،اس لئے کہ بچہ جننے والی نہ صرف خود سواری کے قابل ہوتی تھی بلکہ اس کے متعلق یہ امید بھی ہوتی تھی کہ اس کا جو بچہ پیدا ہو گا وہ بھی سواری کے یا غذا کے کام آئے گا۔ پھر اونٹنی کا دودھ پیتے تھے اور دودھ کے لحاظ سے بھی دس ماہ کی گھابن اونٹنی کو وہ بہت قیمتی سمجھتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ عنقریب بچہ دے گی اور ہم اس کا دودھ خوب پئیں گے ۔ پھر وہ گوشت کھایا کرتے تھے اس لحاظ سے دس ماہ کی گھابن اونٹنی بہت اعلیٰ خیال کی جاتی تھی کیونکہ چھوٹے بچے کا گوشت بہت اچھا ہوتا ہے ۔ پشاور کی تجارت کا ایک بہت بڑا حصہ دُنبہ کے بچے کے گوشت سے وابستہ ہے۔ وہ دو ماہ کا دُنبہ ذبح کر کے اس کا گوشت بیچتے ہیں اور لوگ دُور دُور سے اس دُنبہ کا گوشت چکھنے پشاور جاتے ہیں۔ بکری کے چھوٹے بچے کا گوشت بھی بہت مزیدار ہوتا ہے ۔غرض وہ ایسی اونٹنی کوبہت قیمتی سمجھتے تھے اور خیال کرتے تھے کہ ہم اونٹنی کا دودھ پئیں گے اور بچے کا گوشت کھائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ ایک زمانہ آنے والا ہے جب ایسی اونٹنیاں بیکار چھوڑ دی جائیں گی جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے لغت کے لحاظ سے عطل کے معانی یہ ہوئے کہ کسی چیز کو ضائع ہونے کے لئے چھوڑ دیا اس سے کسی قسم کا واسطہ نہ رکھا جائے۔ اس لحاظ سے عُطِّلَتْ کے دو ہی معنی ہو سکتے ہیں کہ (1) اونٹ کو بیکار کرنے والی سواریاں نکل آئیں گی جس سے ایسی اونٹنیوں کی قیمت بھی کہ دس ماہ سے گھابن ہوں اور جلد بچہ دینے والی ہوں گر جائے گی اور لوگ ان کو چھوڑ دیں گے (2) یا یہ کہ اس قدر تیز سواریاں نکل آئیں گی کہ ان کی وجہ سے جنی

ہوئی اور جننے کے قریب پہنچی ہوئی اونٹنی کی قدر پہلے جیسی نہ رہے گی چنانچہ ہم دیکھتے ہیں اس زمانہ میں یہ دونوں باتیں پوری ہو چکی ہیں۔ سواری کے لئے دخانی جہاز، ریل، موٹر اور ہوائی جہاز ایجاد ہو چکے ہیں اور ان کی ایجادات کی وجہ سے عرب جہاں اونٹوں پر سفر کیا جاتا تھا وہاں اب موٹروں پر سفر کیا جاتا ہے۔ جب شروع شروع عرب میں موٹریں جاری کی گئیں تو بدوؤں نے بغاوت کر دی کہ اس طرح ہماری تجارت کو نقصان ہو گا آخر موٹریں ہی جاری رہیں اور اونٹوں کی سواری متروک ہو گئی چنانچہ اب مکہ میں جانے والے موٹروں پر سفر کر کے ہی جاتے ہیں۔ مولوی ثناء اللہ نے ایک دفعہ اعتراض کیا تھا کہ مکہ میں اب تک تو ریل نہیں گئی حالانکہ ریل کیا اور موٹر کیا مطلب تو یہ تھا کہ اونٹ کی سواری جاتی رہے گی اور اس کی بجائے ایسی نئی سواریاں نکل آئیں گی جن کو لوگ زیادہ ترجیح دیں گے چنانچہ موٹروں نے اونٹ کی سواری کی اہمیت بالکل ختم کر دی ہے۔

اس پیشگوئی کا دوسرا پہلو یہ تھا کہ ایسے تیز رفتار جہاز پیدا ہو جائیں گے کہ جن کی وجہ سے ہر قسم کی سبزی ترکاری عرب میں پہنچنے لگ جائے گی۔ چنانچہ پیشگوئی کا یہ حصہ بھی پورا ہوا۔ وہ قوم جس کی غذا ہی اونٹ کا دودھ اور اس کا گوشت تھا اب اس کو دُنبے کا گوشت بھی میسر آرہا ہے، سبزیاں اور ترکاریاں بھی مل رہی ہیں اور اسے اونٹ کا دودھ یا اس کا گوشت کھانے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی اور اونٹ کا دودھ آخر ضرورت کے ماتحت ہی پیا جاتا تھا یہ تو نہیں کہ وہ کوئی مزیدار شے ہے۔ میں نے خود اس کو پی کر دیکھا ہے ایسا بد مزہ ہوتا ہے کہ اس کے پینے سے قے آتی ہے۔ جس شخص کو کھانے کے لئے اور کچھ نہ ملے وہ بے شک یہ دودھ پی سکتا ہے مگر جسے وہ چیزیں کھانے کے لئے مل جائیں وہ اونٹنی کا دودھ کیوں پیئے گا۔ اسی طرح اونٹ کا گوشت بھی بڑا سخت ہوتا ہے اور گو عرب لوگ اسے کھایا کرتے تھے مگر جب انہیں دُنبہ کا گوشت کھانے کو مل جائے تو وہ اونٹ کا گوشت کیوں کھائیں اور جب سبزی ترکاری انہیں میسر آجائے تو اونٹنی کے دودھ کی طرف کیوں رغبت کریں ۔ یہی بات اس آیت میں بیان کی گئی تھی کہ نقل و حرکت کے سامان اس قدر کثرت سے نکل آئیں گے اور تیز رفتار سواریاں ایجاد ہو جائیں گی کہ ہر چیز عرب میں پہنچنے لگ جائے گی اس وجہ سے نہ اونٹ کی سواری کی کوئی اہمیت رہے گی اور نہ اونٹنی کے دودھ اور اس کے بچہ کے گوشت کی قدر رہے گی ۔ ہم دیکھتے ہیں عرب میں پان بھی پہنچ گیا ہے حالانکہ عرب کا پان سے کوئی تعلق نہیں لیکن جہازوں میں بھی لد کر اب پان عرب میں پہنچنے لگ گیا ہے اور ہندوستانی تو الگ رہے بعض عرب بھی شوق کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔ اسی طرح اور کئی قسم کا سامان خورونوش جو پہلے عرب کے واہمہ میں بھی نہیں آسکتا تھا اب وہاں آسانی سے پہنچ رہا ہے اور اس طرح اونٹ کے دودھ اور اس کے گوشت کی ضرورت بہت کم ہو گئی ہے اور روز بروز کم ہوتی جائے گی یہاں تک کہ اونٹ کی ضرورت وہاں اسی طرح رہ جائے گی جس طرح دوسرے ملکوں میں ہے اور پہلی سی بات اب نہیں رہی آئندہ اور بھی تبدیل ہو جائے گی۔

پریس اور کتب کی پیشگوئی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ اور جب کتابیں پھیلا دی جائیں گی۔

وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ کے پہلے معنے یہ تھے کہ صحیفے پھیلائے جائیں گے۔ یہ پیشگوئی اس طرح پوری ہوئی کہ کتابوں اور اخبارات کی اشاعت کے لئے مطابع نکل آئے ہیں۔ پھر ریل گاڑیاں ایجاد ہو چکی ہیں جن سے شائع شدہ اخباریں اور کتابیں سارے جہان میں پھیل جاتی ہیں دنیا میں پچاس پچاس لاکھ روزانہ چھپنے والے اخبارات موجود ہیں۔اسی طرح کتابیں چھپتی ہیں تو دس دس بیس بیس لاکھ نسخہ ایک ایک کتاب کا نکل جاتا ہے۔یہی خبر اس آیت میں دی گئی تھی کہ صحیفے پھیلا دئیے جائیں گے۔

دوسرے معنی اس کے یہ تھے کہ صحیفے کھولے جائیں گے۔یہ پیشگوئی بھی پوری ہو چکی ہے کیونکہ کتابوں کے پڑھنے کا رواج موجودہ زمانہ میں بڑھ گیا ہے۔پھر بڑی بڑی لائبریریاں کھل گئی ہیں جہاں لوگ آتے ہیں اور کتابیں وغیرہ پڑھتے رہتے ہیں اور جو لوگ لائبریریوں کے ممبر ہوتے ہیں وہ اپنے گھر پر بھی اُن کتابوں کو پڑھنے کے لئے لے جاتے ہیں۔غرض کتابیں بجائے بند رہنے کے کھل گئی ہیں اور علم کا چرچا دنیا میں چاروں طرف ہو گیا ہے۔پھر یہ پیشگوئی اس رنگ میں بھی پوری ہوئی ہے کہ بڑی بڑی پرانی لائبریریاں آثار قدیمہ والوں نے نکال کر رکھ دی ہیں۔بخت نصری لائبریری جو اینٹوں پر لکھی ہوئی تھی وہ سب کی سب نکال لی گئی ہے اور اس طرح مردہ صحیفوں کو بھی زندہ کر دیا گیا ہے۔گویا وہ کتابیں جن کو لوگ بھول چکے تھے اور جو عملی طور پر بالکل متروک ہو چکی تھیں آثار قدیمہ والے ان کو بھی کھود کھود کر نکال رہے ہیں اور لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں۔اسی طرح مصر میں فرعون موسیٰ سے پہلے کے آثار نکال کر ان کو پڑھا جا رہا ہے۔مصریوں کی پرانی زبان جو ہیلو گرافی کہلاتی تھی بالکل مٹ گئی تھی مگر آثار قدیمہ والوں نے اپنی عمر صرف کر کے آخر اس زبان کا پتہ لگا لیا ۔چنانچہ وہ ان آثار کو پڑھ کر یہ بتا دیتے ہیں کہ موسیٰ سے 2 ہزار سال پہلے یہ ہوا اور 3 ہزار سال پہلے یہ ہوا۔غرض مردہ صحفے اس زمانہ میں زندہ کئے جا رہے ہیں اوراِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ کی پیشگوئی بڑی صفائی سے پوری ہو رہی ہے۔

چڑیا گھروں کی پیشگوئی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ یہ بھی ایک زبردست پیشگوئی ہے جو موجودہ زمانہ میں پوری ہوئی۔اس میں یہ بتایا گیا تھا کہ ایک زمانہ میں وحشی جانور جمع کئے جائیں گے۔چنانچہ دیکھ لو آجکل چڑیا گھروں میں جس قدر وحشی جانور اکٹھے کئے گئے ہیں۔اس کی مثال پہلے زمانوں میں کہاں ملتی ہے۔کوئی صوبہ اور کوئی ملک ایسا نہیں جہاں کوئی چڑیا گھر نہ ہو اور اس میں وحشی جانوروں کو اکٹھا نہ کیا گیا ہو۔ پہلے زمانہ میں شاید ساری دنیا میں بھی ایک مقام ایسا نہیں مل سکتا جہاں اس طرح جانور اکٹھے کئے گئے ہوں مگر اب کوئی ملک ایسا نہیں جس میں چڑیا گھر نہ ہو اور پھر اس بارہ میں ملکوں اور صوبوں کی آپس میں رقابت پائی جاتی ہے اور ہر ملک یہ چاہتا ہے کہ وہ دوسروں سے زیادہ وحشی جانور اکٹھا کرے۔ یہ تو چڑیا خانوں کا حال ہے جہاں زندہ وحشی جانور اکٹھے ہوتے ہیں۔ عجائب گھروں میں مردہ جانوروں کی کھالوں میں بھوسہ بھر بھر کر ان کو رکھا جاتا ہے کہ لوگ آئیں اُن کو دیکھیں اور اپنی معلوات میں اضافہ کریں۔اسی طرح علم حیات کی تحقیقات کے لئے سائنٹفک ریسرچ انسٹیٹیوشن (Research Instituion) میں مردہ جانوروں کے لاشے اور ان کے ڈھانچ لا لا کر جمع کئے جاتے ہیں اور دیکھا جاتا ہے کہ یہ ڈھانچے کتنے سال کے ہیں یا کتنا زمانہ ان پر گزر چکا ہے یا اُن کی مختلف حالتوں کو دیکھنے اور دوسروں کو یاد کرانے کے لئے اُن ڈھانچوں پر غور کیا جاتا ہے۔ غرض چڑیا گھروں کے لحاظ سے اور کیا علم تحقیق کے لحاظ سے اس پیش گوئی کی صداقت پوری طرح ثابت ہے اور جس طرح موجودہ زمانہ میں وحشی جانوروں کو زندہ یا مردہ اکٹھا کیا گیا ہے اس کی مثال پہلے کسی زمانہ میں نہیں ملتی۔ (تفسیر کبیر سورۃ التکویر)

بحری جہازوں اور نہروں کی پیشگوئی

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ اور جب دریاؤں (کے پانیوں) کو (نکال کر دوسری طرف) بہایا جائے گا۔

دریاؤں کا پھاڑنا دو طرح ہو سکتا ہے اول اس طرح کہ اس کا پانی کسی اور طرف لے جایا جائے۔دوسرے اس طرح کہ اس میں کوئی اور پانی ملا دیا جائے ۔ پس اس آیت کے یہ معنے ہوئے کہ یا تو دریا نہریں نکال نکال کر خشک کر دیے جائیں گے یا دریاؤں میں اور پانی ملا کر اُن کو اور بڑھا دیا جائے گا یہ دونوں نظارے آج کل دنیا میں نظر آتے ہیں۔ چنانچہ کئی دریا ایسے ہیں جن میں سے نہریں نکال نکال کر اُن کو خشک کر دیا گیا ہے اور کئی دریا ایسے بھی ہیں جن میں دوسرے دریاؤں کا پانی ملا کر اُن کو وسیع کر دیا گیا ہے ۔ہمارے ملک میں دریاؤں کو جہاز رانی کے قابل نہیں سمجھا گیا لیکن یورپ میں اس کا بڑا رواج ہے اور وہ دریاؤں کو درست کر کے اندرونِ ملک میں بھی جہاز چلاتے ہیں تا رسل و رسائل میں آسانی رہے ۔اب تک کے تجربہ سے یہی ثابت ہوا ہے کہ ریل نقل و اسباب کے لحاظ سے مہنگی ہے لیکن جہاز سستا رہتا ہے اس وجہ سے یورپین لوگ تجارت کے لئے جہازوں سے زیادہ کام لیتے ہیں اور جہاں دریا سمندر میں ملتے ہیں اس علاقہ کو صاف اور ہموار کر کے دریا کو جہاز رانی کے قابل بنا دیتے ہیں جس کی وجہ سے تیس تیس چالیس چالیس پچاس پچاس بلکہ بعض جگہ سو سو میل تک وہ اندرون ملک میں جہاز لے جاتے ہیں اور اس طرح اُن کو تجارت میں بہت آسانی رہتی ہے ۔ہمارے ملک میں اس کا رواج نہیں لیکن وہاں اِس کا کثرت سے رواج ہے اور پھر یہ بھی ہو رہا ہے کہ دریاؤں میں نہریں نکالی جاتی ہیں بلکہ بعض جگہ وسیع نہریں نکالنے کے لئے ایک دریا کا پانی دوسرے دریا کے پانی میں ملا دیتے ہیں اور اس طرح بحار کی تسجیر عمل میں آرہی ہے ۔

وَإِذَا الْبِحَارُ سُجِّرَتْ کے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ عالم جاہل ہو جائیں گے اور ان کا علم مفقود ہو جائے گا کیونکہ بحر کے ایک معنے عالم کے بھی ہیں اور چونکہ بحر کے معنے بحارالماء الملح کے بھی ہیں یعنی صرف دریا نہیں مراد بلکہ اس کے معنے سمندر کے بھی ہیں اس لئے اس آیت کے یہ معنے بھی ہو سکتے ہیں کہ سمندر آپس میں ملا دئیے جائیں گے جیسے نہر سویز کے ذریعہ قلزم اور روم کو نیز نہر پانامہ کے ذریعہ سے دو امریکن سمندروں کو آپس میں ملا دیا گیا ۔

(تفسیر کبیر سورۃ التکویر)

آج کی دعا

- ”ہم تیرے گناہگار بندے ہیں اور نفس غالب ہے۔تو ہم کو معاف فرما اور آخرت کی آفتوں سے ہم کو بچا“ (بدر جلد 3۔نمبر 30)
- ”میں گناہ گار ہوں اور کمزور ہوں۔تیری دستگیری اور فضل کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا۔تو آپ رحم فرما اور مجھے گناہوں سے پاک کر۔کیونکہ تیرے فضل وکرم کے سواکوئی اور نہیں جو مجھے پاک کرے۔ (بدر جلد 3۔نمبر 41)

یہ حضرت مسیح موعودؑ کی گناہوں سے نجات اور حصول تقویٰ کی دعائیں ہیں۔آپؑ فرماتے ہیں۔

”سب سے عمدہ دعا یہ ہے کہ خداتعالیٰ کی رضامندی اور گناہوں سے نجات حاصل ہو کیونکہ گناہوں ہی سے دل سخت ہو جاتاہے۔“ (قدسیہ محمود سردار)

قادیان کی یادیں

حضرت مولوی عزیز دین ولد شیخ رکن الدین پٹی ضلع لاہور کے باشندہ تھے۔1888ء میں آپ کو حضرت اقدس علیہ السلام کی زیارت کی توفیق اور 1892ء میں بیعت کی سعادت حاصل ہوئی۔آپ کی مندرجہ ذیل روایت رجسٹر رفقاء نمبر11سے لی گئی ہے۔

1888ء۔1889ء میں میں بگیانہ تحصیل چونیاں میں مدرس ہو کر آیا۔ اس جگہ اکثر لوگ موحد تھے۔ ان دنوں میں انہوں نے شور ڈالا کہ قادیان میں ایک مرزا ہو گیا ہے اور وہ غیب کی خبریں بتاتا ہے اور اپنے آپ کو مجدد کہتا ہے۔ اور بہت لوگ اس کے معتقد ہو گئے ہیں میں نے کہا کہ میں ہمیشہ دسمبر کی تعطیلات میں اپنے رشتہ داروں کی طرف جو خاص بٹالہ کے گرد و نواح میں ہیں جاتا ہوں اب مجھ کو اس بات کی صدیق(تصدیق) کے واسطے یہ بات سمجھ میں آئی ہے کہ دیکھا جاوے کہ یہ کیا معاملہ ہے میں نے رات کو خواب میں دیکھا کہ میں مکہ کے حج کو چلا ہوں اورمکہ پہنچ کر مکانات دیکھے ہیں۔ صبح اٹھ کر میں نے سوچا کہ میں ضرور قادیان کو جا کر دیکھوں گا کہ یہ کیا معاملہ ہے پھر میں دسمبر کی تعطیلات میں آگیا۔ 88ء یا 89ء میں اس وقت سے لے کر آج دسمبر 1938ء تک برابر دسمبر کے آخری عشرہ میں قادیان آتا رہا ہوں۔ آج تک ایک ناغہ بھی نہیں کیا۔ اس وقت میری عمر 81 برس کی ہے۔

خیر میں قادیان آیا اور آکر ڈھاب اور مکان اور بازار اور یکوں کا اڈا دیکھا اور جب حضرت مسیح موعودؑ کے مکانات دیکھے تو فوراً میرے دل میں آیا کہ یہ باتیں تو میں نے مکہ میں خواب میں دیکھی تھیں۔ یہ جگہ ضرور متبرک معلوم ہوتی ہے پھر میں حضرت مسیح موعودؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چاربجے شام کا وقت تھا۔ السلام علیکم کہا اور مصافحہ کیا جب آپ کا چہرہ مبارک دیکھا تو میں نے فوراً اپنے دل میں سوچ لیا کہ یہ شخص جھوٹ بولنے والا نہیں ہے اور جو کچھ کہتا ہے سب سچ ہے۔ رات رہا اور صبح ان کے ساتھ باہر سیر کے واسطےمسجد نور کے پاس سے بوہڑ تک گیا۔ چھ سات آدمی اور بھی تھے حضورؑ مسئلے مسائل کا حل بتاتے گئے چار چار قدم چل کر ٹھہر جاتے تھے گرد بھی پانچ سات آدمیوں کی پڑتی جائے۔ پانچ چھ دن یہی حال رہا۔ ایک دن اس بوہڑ کے نیچے کھڑے ہو کر حضورؑ نے فرمایا کہ ’’میں اس جگہ بڑے بڑے محل اور مکانات دیکھتا ہوں اور کئی سیٹھ بڑے بڑے پیٹ والے جواہرات اور موتی آگے رکھے ہوئے بازاروں میں اپنی دکانوں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور یہ شہر بیاس تک معلوم ہوتا ہے۔‘‘پھر وہاں سے واپس آگئے۔ دوسرے دن میں اجازت لے کر واپس چلا گیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک آدمی نے آکر کہا کہ فلاں شخص جو روٹیاں پکاتا ہے۔ نانبائی۔ یہ روٹیاں چرا لیتا ہے۔ حضورؑ نے دوسری طرف منہ کر لیا اس نے سمجھا۔ شاید حضورؑ نے سنا نہیں۔ چنانچہ اس نے بھی دوسری طرف سے ہو کر کہا۔ کہ حضور یہ روٹیاں چرا لیتا ہے۔ حضرت صاحب نے پھر منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ تیسری دفعہ اس نے پھر کہا تو حضورؑ فرمانے لگے۔ میں نے سن لیا ہے آپ کوئی ایسا نانبائی لائیں جو روٹیاں نہ چرائے۔ ذرا خیال تو کرو کہ جو نانبائی ایک روٹی کے واسطے دو دفعہ دوزخ میں غوطہ لگاتا ہے اگر دو چار روٹیاں لے جاوے تو کیا حرج ہے وہ آدمی خاموش ہو گیا۔

ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سےحضرت مفتی محمد صادقؓ نے جو اس وقت لاہور میں ملازم تھے۔ صبح کے وقت جانے کی اجازت مانگی۔ حضورؑ نے فرمایا آپ نہ جائیں۔ آج یہاں رہیں۔ پھر مفتی صاحب نے دوپہر کے وقت عرض کی کہ حضور نوکری کا کام ہے آج پہنچنا ضروری تھا۔ اب تو وقت بھی گزر گیا ہے حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا وقت کی کوئی فکر نہ کریں آپ ابھی چلے جائیں انشاء اللہ ضرور پہنچ جائیں گے۔

مفتی صاحب بٹالہ کی طرف روانہ ہو گئے اور میں بھی ان کے ساتھ بٹالہ چلا وقت چار بجے کا ہو گیا۔ ان ایام میں بٹالہ سے لاہور کو دو بجے گاڑی جاتی تھی مایوس تو سبھی تھے مگر جب سٹیشن پر پہنچے تو معلوم ہوا کہ گاڑی دو گھنٹے لیٹ ہے چنانچہ وہ گاڑی آئی اور ہم سوار ہو کر لاہور کی طرف روانہ ہو گئے یہ جلسہ کے ایام کی بات نہیں بلکہ کوئی اور وقت تھا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ حضورؑ نے بیعت کا اعلان کر دیا تھا۔ میں بٹالہ جو آیا۔ تو مولوی محمد حسین بازار میں قصاب کی دکان پر گوشت لے رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ اور ایک پاؤ بھر گوشت اور بھی لے لیا۔جا کرنمازیں پڑھیں شام کے بعد کہنے لگا کہ آپ کہاں جائیں گے۔

یہ بات قابل ذکر ہے کہ مولوی محمد حسین پر مجھ کو بڑا اعتقاد تھا۔ جب یہ ہماری طرف جایا کرتے تھے تو میں ان کی بڑی خدمت کیا کرتا تھا۔ ان کے لئے گھی کے ٹین مہیا کر کے دیا کرتا تھا۔ اور ہمارے علاقہ کا چوہدری ماجھی خان چونکہ ایک بہت بڑا رئیس تھا وہ مولوی صاحب کی بہت ہی خدمت کیا کرتا تھا۔ میں نے کہا کہ قادیان جاؤں گا کہنے لگا خبردار۔ بالکل ہرگز وہاں نہ جانا۔ وہاں تو ایک دکانداری بنی ہوئی ہے۔ میں نے کہا۔خواہ دکانداری بنی ہوئی ہے لیکن میں نے ضرور جانا ہے۔ آپ کوئی فکر نہ کریں کہنے لگا۔ اگر تم جاؤ گے تو بیعت میں شامل نہ ہو جانا کیونکہ اس میں بہت نقصان ہے میں نے کہا بہت اچھا مگر میں جاتا ضرور ہوں کہنے لگا کوئی چیز نہ کھانا میں نے کہا۔ بہت اچھا۔ دو روٹیاں مجھ کو پراٹھے پکا دیویں اور میں وہاں اگر دو دن یا ایک دن بھی رہوں تو انہیں پر گزارہ کر لوں گا۔ انہوں نے اور گوشت منگوایا اور قیمہ وغیرہ کر کے دو پراٹھے بہت عمدہ پکا کر ان میں قیمہ رکھ دیا۔ رات بھر مجھے بہت تبلیغ کرتے رہے کہ آپ نہ جائیں مگر چونکہ میں نے نہ مانا۔ اس لئے سویرے روٹی کھا کر چل پڑا۔ بوچڑ خانے تک جو سڑک پر واقع ہے میرے ساتھ آئے اور کہتے رہے کہ آنکھ میں آنکھ نہ ملانا۔ میں‌نے کہا میں آنکھ نیچے رکھوں گا۔ لیکن پھر میں نے کہا اگر اس بات میں وہ کامیاب ہو جاتے ہیں تو یہ ایک معجزہ ہے کہنے لگا کہ ان باتوں کو چھوڑ دو۔ مگر تم خبردار رہنا۔ آخر السلام علیکم کہہ کر واپس ہوئے اور میں وہاں سے چل پڑا۔ جب نہر پر پہنچا تو مجھے بھوک لگی میں نے ایک پراٹھا کھا لیا۔ باقی باندھ لیا جب قادیان میں پہنچا اور حضورؑ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ تو یہ سارا ماجرا بیان کیا۔ آپ ہنس پڑے اور مسکرا کر فرمایا۔ کہ اچھا کچھ بات نہیں۔ اس وقت حضرت صاحب کئی دفعہ مسجد میں ہی کھانا منگوایا کرتے تھے۔ میں نے بھی کھانا کھایا۔

دوسرے دن میں نے بیعت کر لی۔ کیونکہ میرا دل رہ نہ سکا۔ پھر دو چار دن کے بعد میں واپس ہو کر شام کے وقت مولوی محمد حسین سے جا ملا۔ انہوں نے کہا سناؤ۔ کیا بات ہے میں نے کہا کہ مولوی صاحب میں جھوٹ نہیں بولتا۔ میں نے تو بیعت کر لی ہے کہنے لگے یہ تو تم نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ میں نے کہا کہ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کی بھی لوگ بیعت کرتے ہیں۔ ان کو تو کسی نے منع نہیں کیا اور لکھو کے والے حافظ صاحب ہیں ان کی بھی لوگ بیعت کرتے ہیں اور مرید ہیں آخر حرج کیا ہے کہ مرزا صاحب کی بیعت کر لی جائے۔ کہنے لگا کہ میں اب فتوے کا انتظام کر رہا ہوں۔ چنانچہ ایک دن مولوی محمد حسین مسجد چینیاں والی لاہور میں گیا اور وہاں سے بھی فتوے پر دستخط کروائے۔ جب لکھوکے میں گیا تو وہاں حافظ محمد صاحب تھے۔ ان سے کہا کہ آپ بھی اس فتوے پر دستخط کر دیں۔ وہ کہنے لگا کہ تم تو جوان ہو اور میں بوڑھا۔ قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے ہیں مجھ کو توبہ کرنے کا موقع نہیں ملے گا اس لئے میں دستخط نہیں کرتا۔ وہاں سے مایوس ہو کر آگیا اور کسی کو نہ بتایا۔جتنی دفعہ مجھے حضرت مسیح موعودؑ سے آکر ملاقات کا موقع ملا ہے قریباً پچاس ساٹھ یا ستر دفعہ کا واقعہ ہو گا۔ آتے ہی حضرت مسیح موعودؑ کے پاس اپنی پگڑی اُتار کر رکھ دیتا تھا۔اور حضرت صاحب کے دونوں ہاتھوں کو اپنے سر پر ملتا تھا اور جب تک میں ہاتھ نہیں چھوڑتا تھا۔ حضرت صاحب نے کبھی ہاتھ کھینچنے کی کوشش نہیں کی اس کا نتیجہ یہ ہے کہ میری عمر اکیاسی سال کی ہے میں کبھی بیمار نہیں ہوا۔ البتہ ایک دو چوٹیں معمولی سی لگی ہیں قادیان میں ہی۔

حضرت مسرور

جس کا ہر لحہ خدا کے ذکر سے معمور ہے
وہ خدا کا پیارا بندہ حضرتِ مسرورہے

جس کا دست ِناز ہی اب مشعلِ ایماں بنا
جوبھی اس سے دور ہے ایمان سے بے نور ہے

ڈال دیں اس نے کمندیں منزلوں کے آس پاس
دور اندیشی میں تو وہ پہلے ہی مشہور ہے

بانٹتا ہے علم وعرفاں کے خزانے روزو شب
سید و سادات ہے ان کا یہی دستور ہے

اس کو بخشا ہے خدا نے خوب انداز بیاں
سنتے ہیں کہ ان کی باتوں میں مزہ بھر پور ہے

کوئے جاناں کے گلی کوچوں سے ہے وہ آشنا
آشنائی کے لئے وہ مثلِ کوہِ طور ہے

چُن لیا اس کو خدا نے اپنے کاموں کے لئے
ناصرِ دین متیں ہے شاکر و مشکور ہے

سیکھنا ہو جس نے عارف سیکھ لے حق الیقین
وہ خدا کے اذن سے اس کام پر مامور ہے

عبد السلام عارف

باسل احمد بشارت

حضرت منشی ظفر احمدؓ کے تبلیغی واقعات

پیدائش اور تعارف

حضرت منشی ظفر احمدؓ کی ولادت 1863ء میں باغپت ضلع میرٹھ میں ہوئی۔آپ کے والد صاحب کانام شیخ مشتاق احمد عرف محمد ابراہیم تھا۔سترہ سال کی عمر تک مختلف سکولوں میں تعلیم حاصل کی۔پھر کپورتھلہ تشریف لے گئے اور وہاں آپ اپیل نویس مقرر ہوئے۔

بیعت

حضرت منشی صاحب کو 1882ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے بارہ میں علم ہوا۔حضرت اقدس علیہ السلام نے جب معرکۃ الآراء تصنیف براہین احمدیہ تالیف فرمائی توآپؓ تک بھی یہ کتاب پہنچی۔دوران مطالعہ ہی آپؓ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے محبت ہو گئی۔آپؓ فرماتے ہیں’’میں نے براہین احمدیہ کو اس وقت سنا اور خود اسے پڑھا۔تو میں نہیں جانتا کہ اس کے اندر کیا جذب اور کشش تھی کہ میری عقیدت حضرت صاحب سے نادیدہ بڑھتی چلی گئی۔‘‘

(اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ 75)

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ بیان کرتے ہیں کہ

’’اور(منشی صاحبؓ) اپنی تنہائی میں اس (براہین احمدیہ)پر غور کرتے۔خداتعالیٰ سے دعائیں کرتے اور مسلمانوں کی عام حالت اوراسلام پر دشمنوں کے حملوں کو مشاہدہ کرتے تھے اور ان کا دل ایک قسم کے غم اور افسردگی سے بھرا ہوا تھا۔مگر براہین احمدیہ نے ان کے قلب میں ایک شمع روشن کردی۔اور ان کو بہت جلد پنجاب آنے کا جوش پیدا ہوگیا۔جوانی کا آغاز اور دین سے محبت کی چنگاری ان کے سینہ میں بھڑک اٹھی۔ وہ 1941 بکرمی 1884ءمیں کپورتھلہ آئے۔اس وقت تک چوتھی جلد بھی شائع ہوچکی تھی۔اور انہوں نے کپورتھلہ میں براہین کا باقاعدہ درس شروع کردیا۔یہ دنیا بھر میں براہین کا پہلا درس تھا جس کوکپورتھلہ کی جماعت احمدیہ کے آدم حضرت منشی ظفر احمد نے شروع کیا تھا۔نہ صرف اسی پر اکتفا کیا بلکہ حضرت اقدس سے براہ راست تعلق پیدا کیا اور جماعت کپورتھلہ میں ایک ایسی روح پیدا ہوگئی۔کہ من تو شدم تو من شدی کا نمونہ نظر آگیا۔قادیان کی آمدورفت کا سلسلہ شروع ہوا۔اور تعلقات محبت میں دن بدن اضافہ ہونے لگا۔اور کپورتھلہ کی جماعت ایک ایسی جماعت اور ایسے رنگ میں رنگین جماعت تھی کہ حضرت اقدس نے اس جماعت کو تحریری بشارت دی کہ تم جنت میں میرے ساتھ ہوگے۔ان ایام کے کپورتھلہ کی جماعت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس بشارت کی روسے ایک ایسی جماعت ہے جو عشرہ مبشرہ کی شان رکھتی ہے۔ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ۔‘‘ (اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ 75)

حضرت اقدس سے آپ کی پہلی ملاقات 1884ء،1885ء کے قریب میں جالندھر میں ہوئی۔آپ نے بہت دفعہ بیعت کے لیے عرض کیا لیکن حضور نے انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے ابھی حکم نہیں ہے۔جب حضرت مسیح موعودؑ نے الٰہی حکم کے تحت 1889ء میں بیعت کا اعلان فرمایا توآپ نے بیعت کی سعادت پا لی۔

اہم خدمات

جیساکہ ذکر ہوچکا ہے کہ آپؓ ریاست کپورتھلہ میں اپیل نویس تھے پھرسرکاری ملازمت میں نمایاں ترقی بھی کی۔پھر بھی اس مصروفیت کے باوجودآپ کو حضرت صاحبؑ کے ہمرکاب رہنے کا بہت شرف ملا۔1889ء کے بعد حضرت مسیح موعودؑ کا کوئی سفرایسا نہ تھا جس میں آپ کی معیت نہ ہو۔حضرت صاحب کی خط وکتابت میں بھی آپ ان کے معاون رہے۔

تبلیغی واقعات

تبلیغ میں غلبہ

حضرت پیر سراج الحقؓ نعمانی فرماتے ہیں۔

’’منشی ظفر احمد ساکن کپورتھلہ اور ایک شاگرد یا مرید مولوی رشید احمد گنگوہی میں حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کی وفات وحیات کے متعلق گفتگو ہوئی۔ وہ اس گفتگو میں تو مولوی صاحب کا مرید ناکام رہا کہ حیات مسیح علیہ السلام ثابت کرسکے۔ مگر گفتگو اس پر آٹھہری کہ اتنی لمبی عمر کسی انسان کی پہلے ہوئی ہے۔ اور اب ہو سکتی ہے کہ نہیں؟ اس میں بھی وہ لاجواب رہا۔ آخر کار اس نے ایک خط مولوی رشید احمد صاحب کو لکھا۔ مولوی صاحب نے اس کے جواب میں لکھا کہ ہاں اتنی لمبی عمر ،یہ تو دوہزار برس ہی ہوئے زیادہ عمربھی ہوسکتی ہے۔ دیکھو حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے شیطان اب تک زندہ چلا آتا ہے۔ کتنے ہزار برس ہوئے۔ اس کے جواب میں منشی ظفر احمد نے فرمایا کہ ذکر تو انسانوں کی عمر کا تھا نہ کہ شیطان کا۔ کیا نعوذباللہ حضرت مسیح علیہ السلام شیطانوں میں سے تھے جو شیطان کی عمر کی مثال دی۔ اور یہ بھی ایک دعویٰ ہے۔مولوی رشید احمد دعویٰ اور دلیل میں فرق نہیں سمجھتے۔ دعویٰ اور چیز ہے اور دلیل اور چیز ہے۔ اس پر کیا دلیل ہے کہ وہی شیطان آدم والا اب تک زندہ ہے اور اس کی اتنی بڑی لمبی عمر ہے۔ منشی صاحب موصوف کے اس جواب کو سن کر پھر ایک خط مولوی صاحب کو ان کے مرید نے لکھا۔ مولوی صاحب نے یہ جواب دیاکہ تمہارا مقابل مرزائی ہے۔ اس سے کہہ دو کہ ہم مرزائیوں سے کلام کرنا نہیں چاہتے۔اورتم بھی مت ملو۔‘‘

(تذکرۃ المہدی حصہ اول صفحہ 134جدید ایڈیشن بحوالہ اصحاب احمد جلد چہارم صفحہ 49-50)

’’مولوی محمد چراغ ‘‘ اور ’’مولوی محمد معین الدین‘‘

حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ بیان کرتے ہیں۔

’’ایک مرتبہ ایک مولوی تحقیق حق کے خیال سے قادیان آیا۔چھوٹے سے قد کا تھا۔ بارہ نمبردار اس کے ساتھ تھے۔ وہ بحث نہ کرتا۔ بلکہ خود اپنے نقطہ نظر سے حالات دیکھتا تھا۔میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قریب رہتا تھا۔ رات کو وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگاکہ ایک بات پوچھتا ہوں اگر آپ سچ سچ بتا دیں۔اعتقاد کا خیال نہ کریں۔ عربی زبان میں حضرت جو کتابیں لکھ رہے ہیں ان کی تصنیف میں مدد دینے کے لئے کچھ لوگ ہوں گے جو رات کو مدد دیتے ہوں گے۔ میں نے کہا ہاں دو آدمی ہیں جو آپ کو مدد دیتے ہیں۔ ایک کا نام مولوی محمد معین الدین اور دوسرے کا نام مولوی محمد چراغ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃوالسلام میں اس قدر قریب تھا کہ میری آواز وہاں تک بخوبی پہنچتی تھی۔ حضرت نے جب یہ سنا تو بے اختیار ہنس پڑے۔ میں نے سمجھا کہ بات آئی گئی ہو گئی۔ دوسرے دن جب عصر کے وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃوالسلام مسجد میں تشریف فرما ہوئے تو فرمایا۔منشی جی ان علماء کو دکھابھی تو دو۔ میں نے دونوں کو بلا کر سامنے کر دیا۔ اور اس سے ایک بڑا لطف مجلس میں پیدا ہو گیا۔ وہ ایک بڑا خوان شیرینی کا لایا اور عرض کیا کہ میری تسلی ہو گئی۔ میری بیعت قبول فرمائی جائے۔ حضرت نے اس کی اور اس کے ہمراہیوں کی بیعت لے لی اور ہنس کر فرمایا یہ سینی شیرینی کی منشی جی کو دوکہ وہ ہدایت کا موجب ہوئے ہیں نئے لوگ شاید اس سے لطف نہ اٹھاسکیں۔کیونکہ بہت تھوڑے ہوں گے جنہوں نے ان ’’علماء‘‘ کودیکھا ہو۔ایک حافظ معین الدین رضی اللہ تھے جن کو حافظ معنا بھی کہا کرتے تھے وہ فوت ہو چکے ہیں۔ دوسرا مولوی چراغ ایک جولاہا ہے جو اس وقت مدرسہ احمدیہ میں چپڑاسی ہے۔ اس وقت وہ ایک نابالغ لڑکا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃوالسلام کے گھر کا سودا سلف لانے کا کاروبار کرتا تھا۔یا بچوں کے ساتھ رہتا تھا۔‘‘

(الفضل مورخہ 24ستمبر1941ء بحوالہ اصحاب احمد جلد 4صفحہ 83,84)

عبدالواحدصاحب کو خط

حضرت منشی ظفر احمدؓ بیان فرماتے ہیں کہ

’’منشی عبد الواحد صاحب بٹالہ میں تحصیلدار تھے۔۔۔بٹالہ سے قادیان حضرت مرزا غلام مرتضیٰ صاحب سے ملنے جایا کرتے تھے جبکہ حضرت مسیح موعودؑ کی عمر چودہ پندرہ سال کی ہوگی۔عبد الواحد صاحب نے ذکر کیا کہ حضرت صاحب اس عمر میں سارا دن قرآن شریف پڑھتے تھے اور حاشیہ پر نوٹ لکھتے رہتے تھے اور مرزا غلام مرتضیٰ صاحب فرماتے کہ یہ کسی سے غرض نہیں رکھتا۔سارا دن مسجد میں رہتا ہے اور قرآن شریف پڑھتا رہتا ہے۔۔۔عبدالواحد صاحب احمدی نہیں ہوئے۔میں نے اپنی بیعت کے بعدان سے پوچھا کہ آپ تو سب حالات جانتے ہیں۔بیعت کیوں نہیں کرلیتے۔انہوں نے کہا مجھے الہام ہوا ہے کہ مرزا صاحب کے پاس دوجن سکھ دیو اور ہر دیو ہیں۔اور ان پر ان کا دارومدار ہے۔ اور گویا میں اس الہام کے ذریعہ سے بیعت سے روکا گیا ہوں۔میں نے حضرت صاحب سے یہ ذکر کیا کہ ان کا الہام غالباً شیطانی ہے۔حضور نے فرمایا نہیں یہ رحمانی الہام ہے۔جس زبان میں الہام ہو اس کے مطابق معنے کرنے چاہئیں۔دیوسنسکرت میں فرشتہ کو کہتے ہیں۔گویا راحت کے فرشتے اور ملائکۃ اللہ ہمارے مددگار ہیں۔تم انہیں لکھو۔ چنانچہ میں نے انہیں گڑگانواں میں جہاں وہ منصف تھے خط لکھا۔ جواب نہ آیا۔تھوڑے عرصہ کے بعد عبدالواحد صاحب کا انتقال ہوگیا۔عبدالواحد صاحب مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کے مرید تھے۔1941 بکرمی میں حضرت صاحب کے اشتہار کبھی حاجی صاحب کے پاس کپورتھلہ آتے تو مجھے حاجی صاحب یہ کہہ کردیتے کہ یہ ہیں تمہارے پیر۔‘‘(اصحاب احمد جلد 4صفحہ 133,134)

دعویٰ مجددیت ’’قریب بہ اذعان‘‘

حضرت منشی ظفر احمدؓ خود بیان کرتے ہیں کہ

’’بیعت اولیٰ سے پیشتر میں نے سر سید احمد صاحب کی کتابیں پڑھی تھیں اور میں اور محمد خان وفات عیسیٰ کے قائل تھے۔ چنانچہ میں نے مولوی رشید احمد گنگوہی کو خط لکھا کہ حیات عیسیٰ علیہ السلام کہاں سے ثابت ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ جس طرح خضر علیہ السلام کی حیات ضعیف احادیث سے ثابت ہے اور ضعیف احادیث کا مجموعہ اقسام حدیث میں سے حدیث حسن کو پہنچتا ہے۔ میں نے جواب دیا کہ موضوع احادیث کا مجموعہ ضعیف ہوا۔اور ضعیف احادیث کا مجموعہ حسن۔ پس کوئی حدیث موضوع نہ رہے گی۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم اہل ہویٰ کا جواب نہیں دیا کرتے لیکن چونکہ تمہارا تعلق مرزا صاحب سے ہے اس لئے جواب لکھتا ہوں۔ اور

مرزا صاحب وہ ہیں کہ معقولی باتیں پیش کرتے ہیں۔ اور پھر وہی قرآن سے دکھلادیتے ہیں۔ اور ان کا دعویٰ مجددیت ''قریب بہ اذعان'' ہے۔(یہ مولوی رشید احمد کے الفاظ ہیں) قرآن پر جوکوئی اعتراض کرتا ہے۔ مرزا صاحب معقول جواب اس کا دیتے ہیں۔ اور قرآن سے نکال کر وہی دکھادیتے ہیں۔''

''مراد اس ذکر سے یہ ہے کہ رشید احمد گنگوہی حضرت صاحب کو مجدد ہونے والے اپنے اندازے میں سمجھتے تھے۔ وہ خطوط رشید احمد کے مجھ سے مولوی اشرف علی نے جو رشید احمد کا مرید تھا اور سلطان پور ریاست کپورتھلہ میں رہتاتھا لے کر دبالئے اور پھر باوجود مطالبہ دئیے نہیں۔1886ء میں حضرت صاحب کے خطوط میرے پاس آتے تھے۔'' (اصحاب احمد جلد 4صفحہ 138)

''یہ جسم آسمان پر نہیں جا سکتا''

حضرت منشی ظفر احمدؓ بیان کرتے ہیں کہ

'' میر عباس علی بھی اپنے کسی مرید کے ہاں آکر جالندھر میں ٹھہرے ہوئے تھے۔ حضرت صاحب نے مجھے فرمایا کہ وہ آپ کے پرانے ملنے والے ہیں ان کو جاکر کچھ سمجھاؤ۔ پیراندتا جو ایک فاترالعقل شخص تھا اور حضرت صاحب کے پاس رہتا تھا۔ اس نے کہا '' جورمیں وی جاکے سمجھاواں''حضرت صاحب نے فرمایا ہاں منشی صاحب کے ساتھ چلے جاؤ۔ میں میر عباس علی کی قیام گاہ پر گیا۔ آٹھ دس آدمی فرش پر بیٹھے تھے اور میر صاحب چارپائی پر۔ ایک تخت بھی وہاں تھا۔ دوروں (بڑے بڑے پیالوں) میں پوست بھگے ہوئے تھے۔پیراندتا کودیکھ کر عباس علی صاحب نے اسے بے تکلفانہ پکارا او پیراندتا! اوپیراندتا!اور مجھ سے سلام علیکم کرکے ہنستے ہوئے آئیے آئیے کہہ کر بیٹھنے کو کہا۔ پیراندتا مجھ سے کہنے لگا۔ میں پہلے سمجھالوں۔ میں نے کہا سمجھالے۔ پیراندتا کہنے لگا میر صاحب میں تمہیں دونوں وقت کھانا پہنچاتا تھا یا نہیں۔ اور تمہیں کبھی کبھی میں پیسے بھی دے جایا کرتا تھا۔ میرصاحب اب بڑے آدمی دور دور سے روٹی کھانے والے آتے ہیں اب جو تم روٹیوں کی خاطر ادھر ادھر پھرتے ہو یہ وقت اچھا ہے یا وہ۔ جب گھر بیٹھے میں تمہیں روٹی دے جایا کرتا تھا۔ اب تم میرے ساتھ چلو۔ میں پھر تمہیں روٹی دونوں وقت دے جایا کروں گا۔ میر عباس علی ہنستے رہے۔ پھر میں نے ان سے کہا آپ کیوں برگشتہ ہوگئے۔ وہ کہنے لگے مرزا صاحب کہتے ہیں کہ یہ جسم آسمان پر نہیں جاسکتا۔ میں نے اپنے پیر کو خود دیکھا ہے(مولوی غوث علی پانی پتی ان کے پیر تھے) ایک دفعہ انہوں نے الا اللہ کا جو نعرہ لگایا تو زمین شق ہوگئی۔ اور وہ اس میں سما گئے۔میں نے کہا اوپر تو پھر بھی نہ گئے۔ اور وہاں قرآن شریف رکھا تھا۔ میں نے اٹھا کر میرصاحب کے سر پر رکھ دیا کہ آپ خدا کو حاضر ناظر جان کر بتائیں کہ آپ نے یہ واقعہ خود دیکھا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ ہمارے پیر نے جب یہ بیان کیا کہ انہوں نے ایک دفعہ ایسا کیا اور ہم انہیں سچا سمجھتے ہیں تویہ چشم دید ماجرا ہی ہوا۔ غرضیکہ جہاں تک ہوسکا۔ میں نے ان کو سمجھایا۔ مگر اس وقت ان کی حالت بہت بگڑ چکی تھی وہ اقرار ی نہ ہوئے۔''

(اصحاب احمد جلد 4صفحہ 158)

ایک مباحثہ

حضرت منشی ظفر احمدؓ بیان کرتے ہیں کہ

''مولوی محمد بشیر بھوپالوی دہلی آگئے جن کو علی جان والوں نے مباحثہ کے لئے بلایا تھا۔ علی جان والے ٹوپیوں کے بڑے سوداگر اور وہابی تھے۔ انہوں نے آکر عرض کی کہ مولوی صاحب کو بھوپال سے آپ کے ساتھ مباحثہ کرنے کے لئے بلایا ہے۔ شرائط مناظرہ طے کر لیجئے۔ حضور نے فرمایا کہ کسی شرط کی ضرورت نہیں۔ احقاق حق کے لئے یہ بحث ہے وہ آجائیں اور جو دریافت فرمانا چاہیں دریافت فرمالیں۔ پھر ایک تاریخ مقرر ہوگئی۔ مجھ کو اور پیر سراج الحق مرحوم کو حضور نے حکم دیا کہ آپ کچھ کتابیں اپنے واقفوں سے لے آئیں۔ ہمیں تو ضرورت نہیں مگر انہیں کے مسلمات سے ان کو ساکت کیا جاسکتا ہے۔ ہم دونوں بہت جگہ پھرے۔ لیکن کسی نے کتابیں دینے کا اقرار نہ کیا۔ امام گلی میں مولوی محمد حسین فقیر رہتے تھے انہوں نے وعدہ کیا کہ جس قدر کتابوں کی ضرورت ہو کل لے جانا۔ اگلے روز جب ہم گئے تو وہ نہ ملے اور ان کے بیٹوں نے ہمیں گالیاں دینی شروع کردیں کہ جو ملحدوں کی مدد کرے وہ بھی ملحد ہے۔ ہم دونوں ان کے پاس سے اٹھ کر چلے آئے۔ پیر سراج الحق تو مجھ سے علیحدہ ہوکر کہیں چلے گئے۔ میں تھوڑی دور کھڑا ہو کر ان سے سخت کلامی کرنے لگ گیا۔ وہاں آدمی جمع ہوگئے اور مجھ سے پوچھنے لگے کہ کیا بات ہے۔ میں نے کہا کہ امام اعظم کو یہ برا کہتے ہیں۔ وہ کہنے لگے ہمیں معلوم ہے یہ بڑے بے ایمان ہیں۔ یہ چھپے ہوئے وہابی ہیں۔ وہابیوں کی مسجد میں نماز پڑھنے جایا کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ لوگ میرے ساتھ ہوکر ان کے خلاف ہوگئے۔ پھر میں وہاں سے چلا آیا۔ جب امام صاحب کے مکان کے آگے سے گزرے تو انہوں نے مجھے اشارے سے اپنی بیٹھک میں بلالیا اور کہنے لگے کہ اگر آپ کسی سے ذکر نہ کریں تو جس قدر کتابیں مطلوب ہوں میں دے سکتا ہوں۔ میں نے کہا آپ اتنا احسان فرمائیں تو میں کیوں ذکر کرنے لگا۔ کہنے لگے کہ جب مرزا صاحب مولوی نذیر حسین سے قسم لینے کے لئے جامع مسجد میں بیچ کے دروازے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اس وقت میں دیکھتا تھا کہ انوار الٰہی آپ پر نازل ہوتے ہیں اور ان کی پیشانی سے نشانِ نبوت عیاں تھی۔ مگر میں اپنی اس عقیدت کو ظاہر نہیں کرسکتا۔ خیر میں کتابیں لے کر چلا آیا اور حضرت صاحب کی خدمت میں پیش کردیں۔ آپ بہت خوش ہوئے۔ اس پر دہلی والوں نے کہا تھا(ہولی ہے بھئی ہولی ہے پاس کتابوں کی جھولی ہے) تفسیر مظہری اور صحیح بخاری دستیاب نہ ہوئی تھیں۔ اس زمانے میں مولوی رحیم بخش فتح پوری مسجد کے متولی تھے۔ وہ سید امام علی شاہ رتڑچھتڑوالوں کے خلیفہ تھے۔ اور میرے والد صاحب مرحوم کے ان سے جب کہ والد صاحب گجرات میں بندوبست میں ملازم تھے۔ سید امام علی شاہ صاحب سے بہت عمدہ تعلقات قائم ہوگئے تھے۔ رحیم بخش صاحب سے جب میں نے اس تعلق کا ذکر کیا تو وہ بہت خوش ہوئے۔ میں نے ان سے کتابیں طلب کیں۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ آپ ہمارے ہوکر مرزا صاحب کے ساتھ کس طرح ہیں۔ میں نے کہا ان وہابیوں کی شکست ہماری فتح ہے۔ کہنے لگے یہ بات تو ٹھیک ہے۔ چنانچہ انہوں نے کتابیں دے دیں۔ وہ بھی لاکر میں نے حضور کو دے دیں۔ صحیح بخاری ابھی تک نہ ملی تھی۔ پھر حبیب الرحمٰن صاحب مرحوم جو اس اثناء میں حاجی پور سے دہلی آگئے تھے۔ وہ اور میں مدرسہ شاہ عبدالعزیز صاحب میں گئے اور اس مدرسہ کے پاس میرے ماموں حافظ محمد صالح صاحب صدر قانون گو دہلی کا مکان تھا۔ وہاں جاکر ہم نے بخاری شریف کا آخری حصہ دیکھنے کے لئے مانگا انہوں نے دے دیا۔ ہم لے آئے۔ مولوی محمد بشیر صاحب مباحثہ کے لئے آگئے۔ ایک بڑا لمبا دالان تھا۔ جس میں ایک کوٹھڑی تھی۔

اس کوٹھڑی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مولوی عبدالکریم صاحب اور عبدالقدوس غیر احمدی ایڈیٹر صحیفہ قدسی اور ہم لوگ بیٹھے تھے۔ مولوی محمد بشیر آگئے۔ ظاہراً بڑے خضر صورت تھے اور حضرت صاحب سے بڑے ادب اور تعظیم کے ساتھ ملے اور معانقہ کیا اور بیٹھ گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا یہ کوئی ہار جیت کا معاملہ نہیں یہیں بیٹھے ہوئے آپ سوال کریں میں جواب دوں۔ بات طے ہوجائے۔ مگر اس کو یہ حوصلہ نہ ہوا کہ حضور کے سامنے بیٹھ کر سوال جواب کرسکتا۔ اس لئے اس نے اجازت چاہی کہ وہ دالان میں ایک گوشہ میں بیٹھ کر لکھ لے۔ دالان میں بہت سے آدمی معہ علی جان والوں کے بیٹھے تھے۔ حضور نے فرمایا۔ بہت اچھا۔ سو وہ سوالات جو وہ اپنے گھر سے لکھ کر لایا تھا ایک شخص سے نقل کروانے لگا وہ بھی میرا واقف تھا۔ مجدد علی خاں اس کا نام تھا۔ میں نے ان سے کہا کہ حضرت صاحب خالی بیٹھے ہوئے ہیں۔ جب آپ سوال لکھ کر لائے ہیں تو دے دیں تاکہ حضور جواب لکھیں۔ وہ کہنے لگے کہ یہ تو نوٹ ہیں۔ حالانکہ وہ حرف بحرف نقل کرارہے تھے۔ دہلی والوں نے میرے خلاف شور کیا کہ آپ کیوں اس بارے میں دخل دیتے ہیں۔ مجھے مولوی عبدالکریم صاحب نے آواز دی کہ آپ یہاں آجائیں۔میں چلا گیا لیکن تھوڑی دیر میں اٹھ کر میں مولوی محمد بشیر کے پاس چلا گیا کہ دیکھوں انہوں نے ختم کیا ہے یا نہیں۔ میں نے کہا مولوی صاحب پیسے ہوئے کو پیسنا یہ کوئی دانائی ہے۔ پھر مجھے مولوی عبدالکریم صاحب نے آوازیں دیں کہ تم یہاں آجاؤ۔ میں پھر چلا گیا۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ آپ کیوں جاتے ہیں۔ تیسری دفعہ میں پھر اٹھ کر چلا گیا۔ پھر حضرت صاحب اوپر اٹھ کر چلے گئے اور میرے متعلق کہا کہ یہ بہت جوش میں ہیں۔ جب وہ لکھ چکیں مجھے بھیج دینا۔پھر جب وہ اپنا مضمون تیار کرچکے تو ہم نے حضرت صاحب کے پاس پہنچا دیا۔ آپ نے مجھے فرمایا کہ تم یہیں کھڑے رہو۔دوورقہ جب تیار ہوجائے تو نقل کرنے کے لئے دوستوں کو دے دینا۔

میں نے دیکھا کہ حضور نے اس مضمون پر صفحہ وار ایک اچٹتی نظر ڈالی انگلی پھیرتے ہوئے اور پھر ورق الٹ کر اس پر بھی انگلی پھیرتے ہوئے نظر ڈالی۔ اسے علیحدہ رکھ دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پڑھا نہیں محض ایک سرسری نگاہ سے دیکھا ہے اورجواب لکھنا شروع کردیا۔جب دوورقہ تیار ہوگیا تو میں نیچے نقل کرنے کے لئے دے آیا۔دوورقے کو ایک ایک ورق کرکے ایک مولوی عبدالکریم صاحب نے نقل کرنا شروع کیا۔ اور ایک عبدالقدوس نے ۔ اس طرح میں اوپر سے جب دوورقہ تیار ہوتا لے آتا اور یہ نقل کرتے رہتے۔حضرت صاحب اس قدر جلد لکھ رہے تھے کہ ایک دوورقہ نقل کرنے والوں کے ذمہ فاضل رہتا تھاعبدالقدوس جو خود بہت زود نویس تھا حیران ہوگیا۔ اور ہاتھ لگا کر سیاہی کو دیکھنے لگاکہ یہ پہلے کا تو لکھا ہوا نہیں۔میں نے کہا اگر ایسا ہو تو یہ ایک عظیم الشان معجزہ ہے کہ جواب پہلے سے لکھا ہو۔

غرض اس طرح جھٹ پٹ آپ نے جواب لکھ دیا۔ اور ساتھ ہی اس کی نقل بھی ہوتی گئی۔ میں نے مولوی بشیر صاحب کو وہ جواب دے دیا کہ آپ اس کا جواب لکھیں۔

اس نے کہا میں حضرت صاحب سے ملنا چاہتا ہوں۔ ہم نے تو نہیں لیکن کسی نے حضرت صاحب کو اطلاع کردی کہ مولوی محمد بشیر ملنا چاہتے ہیں۔ حضور فوراً تشریف لے آئے اور مولوی محمد بشیر نے کہا کہ اگر آپ اجازت فرمائیں تو میں کل جواب لکھ لاؤں گا۔ آپ نے خوشی سے اجازت دے دی۔ حضرت صاحب تو اوپر تشریف لے گئے مگر ہم ان کے پیچھے پڑگئے کہ یہ کوئی بحث ہے۔ اس طرح تو آپ بھوپال میں بھی کرسکتے تھے۔ جب بہت کش مکش اس بارے میں ہوئی تو دہلی والوں نے کہا کہ جب مرزا صاحب اجازت دے گئے ہیں تو آپ کو روکنے کا کیا حق ہے۔ ہم تو خود سمجھ گئے ہیں کہ یہ بالمقابل بیٹھ کر بحث نہیں کرسکتے۔ پھر ہم نے مولوی صاحب کو چھوڑ دیا۔ آخری مباحثہ تک مولوی محمد بشیر صاحب کا یہی رویہ رہا۔ کبھی انہوں نے سامنے بیٹھ کر نہیں لکھا اجازت لے کر چلے جاتے۔

ایک مولوی نے مولوی محمد بشیر کو کہا کہ بڑی بات آپ کی بحث میں نون ثقیلہ کی تھی۔ مگر مرزا صاحب نے تو نون ثقیلہ کے پل باندھ دیئے۔ بحث کے ختم ہونے پر چلتے وقت مولوی محمد بشیر صاحب حضرت صاحب سے ملنے آئے اور حضرت صاحب سے کہا میرے دل میں آپ کی بڑی عزت ہے۔ آپ کو جواس بحث کے لئے تکلیف دی ہے میں معافی چاہتا ہوں۔ غرضیکہ وہ حضرت صاحب کا بڑا ادب کرتا تھا۔'' (اصحاب احمد جلد4صفحہ 193-188)

وفات

آپ کی وفات 20۔اگست 1941ء کو79سال کی عمر میں کپورتھلہ میں ہوئی۔حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ اس وقت ڈلہوزی میں تھے۔وہاں آپؓ کی نماز جنازہ پڑھی گئی اور قادیان میں حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ نے نماز جناز پڑھائی۔اور بہشتی مقبرہ قطعہ خاص صحابہ میں تدفین ہوئی۔

نوید الظفر۔ یوکے

ڈاکٹر پیر محمد نقی الدین ایک قابل فخر مثالی احمدی

میرے ماموں جان ڈاکٹر پیر محمد نقی الدین ایک انتہائی نافع الناس وجود تھے۔ آپ بلاامتیاز انسانیت کی خدمت کے جذبہ سے سرشار، انتہائی غریب پرور اور مریضوں کے نہایت ہر دلعزیز ڈاکٹر ہونے سے پہلے ایک بہترین انسان اور مثالی احمدی تھے۔ آپ انتہائی دعا گو، اپنے زندہ خدا پر مضبوط توکل رکھنے والے مستجابِ دعا وجود اور ایک نڈر داعی الی اللہ تھے۔ تبلیغ میں اپنے بزرگوں کا رنگ پایا۔

جان لیوا وبائی مرض کرونا وائرس کے دوران اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر یہ کہہ کر کہ اگر ڈاکٹر ڈر کر گھر بیٹھ جائے تو مریضوں کا علاج کون کرے گا آپ اپنی کلینک پر مریضوں کے علاج اور اس وباء کے خلاف جہاد میں مصروف رہے۔ اسی دوران اس موذی مرض کی انفیکشن میں مبتلا ہوئے اور چند ہی دنوں میں 18 اپریل 2020ء کو شہادت کا رتبہ پا کر اپنے خالقِ حقیقی سے جاملے۔ آپ کی وفات کی خبر جہاں پلک جھپکتے میں پورے اسلام آباد کی کچی آبادیوں سے لے کر ہر طبقہ کے بسنے والوں میں پھیل گئی وہاں جماعت احمدیہ اسلام آباد اور پھر پوری دنیا میں آپ کی شفقت سے حصہ پانے والوں میں بھی پھیل گئی۔

ہم جہاں بحیثیت انسان اپنے اس شفیق بزرگ کے نہایت پیارے وجود سے جدائی کے غم سے نڈھال ہوجاتے تھے، وہاں ہمارے دلوں پر ماموں جان سے نسبت ہونے پرایک فخر اور خوش قسمت ہونے کے احساس نے اس وقت غلبہ پالیا جب ہمارے پیارے آقا حضور انورایدہ اللہ تعالیٰ کے بے پناہ پیار اور شفقت بھرے ہاتھ کو اپنے سروں پر محسوس کیا۔ اور پھر ہمارے خاندان کا ہر فرد دل کی گہرائیوں سے مشکور ہوا اپنے پیارے آقا حضور اقدس ایدہ اللہ کا کہ آپ نے یکم مئی کے خطبہ جمعہ میں جس پیاراور تفصیل کے ساتھ میرے ماموں ڈاکٹرپیر محمد نقی الدین شہید کا ذکرخیر فرمایا۔بار بار ماموں جان کی خوبیوں کی تصدیق کرنا اور نصیحت کرنا کہ ایک ڈاکٹر کو، ایک باپ کو، ایک مومن کو ایک احمدی کو ایسا ہونا چاہیے، ہمارے لئے خلافت کا یہ پیار کا سلوک دراصل خدا تعالیٰ کا شہید سے پیار کا نشان ہے۔الحمد للّٰہ ثم الحمد للّٰہ

پیارے ماموں ڈاکٹر پیر محمد نقی الدین، میری والدہ تقیہ متین کے چھوٹے بھائی تھے اور ان سے عمر میں 2 سال چھوٹے تھے۔ دونوں بہن بھائیوں میں سب سے بڑے ہونے کے ناطے بہت قریب تھے۔ڈاکٹری مکمل کرنے کے بعد ماموں ہمارے پاس راولپنڈی شفٹ ہو گئے اور یہیں اپنی عملی زندگی کا آغاز سنٹرل ہسپتال راولپنڈی میں نوکری سے کیا۔ چونکہ ہم ایک ہی گھر میں رہتے تھے لہٰذا میں نے بچپن میں ہوش سنبھالتے ہی ماموں جان کو اپنے ساتھ پایا۔ میرا اور ماموں جان کا یہ پیار کا رشتہ شیر خوار بھانجے سے شروع ہوا اور وقت گزرنے کے ساتھ بیٹا، بھائی اور پھر نہایت قابل اعتماد دوست تک پہنچا۔

خاکسار کی تربیت میں والداور والدہ کےعلاوہ ایک بہت بڑا حصہ ماموں جان کا رہا۔ ماموں جان مجھ سے ایک حسرت سے کہتے تھے کہ خلیفۃ المسیح اپنے خطبہ میں ان مرحومین کا ذکر کرتے ہیں جو یا تو واقفین زندگی ہوتے ہیں یا شہید۔ وقفِ زندگی کی جب بھی خواہش کی، تو بہت سے بزرگان نے اس بات کا اظہار کیا کہ اللہ کے فضل سے جماعت میں واقفین زندگی یا وقفِ عارضی پر دنیا بھر سے ماہر ڈاکٹروں سے ضرورت پوری ہو سکتی ہے مگر آپ جس جگہ بیٹھ کر اپنا کلینک چلا رہے ہیں اگر آپ یہاں سے چلے گئے تو اس طرح خلقِ خدا کی خدمت کے جذبہ کے ساتھ ان لوگوں کی خدمت کرنے والا ڈاکٹر شاید ان لوگوں کو دیر تک نہ مل سکے گا۔ اب دوسرا رستہ تو شہادت کا ہی رہ جاتاہے۔"

ماموں جان کو اپنے بزرگوں اور اپنے خاندان سے نسبت کا ہر لمحہ احساس رہتا تھا۔ ایک مرتبہ اپنے چچا زاد بھائی کو کسی بات پر رہنمائی کرتے ہوئے کہنے لگے کہ "یہ کبھی نہیں بھولنا کہ تمہارے کندھوں پر حضرت صوفی احمد جان صاحب لدھیانویؓ کی نسل میں سے ہونے کے لحاظ سے ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے جس کو زندگی کا ہر کام کرتے وقت بڑے دھیان سے یاد رکھنا ہوگا۔ پھر مذاق سے کہنے لگے کہ میرے کندھوں پر تو دُگنا بوجھ ہے جو والدہ کی طرف سے مولوی معراج دین، چراغ دین اور حکیم صاحب مرہم عیسیٰؓ اور عبد العزیز مغل صاحبؓ جیسے صحابہ کے خاندان سے بھی نسبت ہے ۔ کسی غلطی کی کوئی گنجائش نہیں ۔"

ماموں جان کی زندگی پر نظر ڈالتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی اپنے ہربزرگ کی کوئی نہ کوئی نصیحت کا عملی نمونہ بن کر گزاری۔ پھر خدا تعالیٰ نے بھی ان کی اس فرمانبرداری کو اس طرح قبول فرمایا کہ جب انہوں نے اپنے دادا پیر مظہر الحق کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے ایم بی بی ایس کے بعد مزید نہ پڑھا اور روزانہ مریضوں کے لئے دعا کی تو خدا تعالیٰ نے ان کے ہاتھ میں اتنی شفاء عطا فرمائی کہ بڑے سے بڑے ڈاکٹروں کے زیر علاج مریض ماموں جان کی تشخیص کردہ ادویات کی محض چند خوراکوں سے صحت یاب ہو جاتے تھے۔ ماموں جان اکثر کہا کرتے تھے کہ جب بھی کوئی پیچیدہ مریض آتا ہے تو اللہ تعالیٰ مجھے اپنی طالبِ علمی کے زمانہ میں پڑھی ہوئی کتاب کا وہ صفحہ اور وہ سطریں یاد دلا دیتا ہے جن میں اس مرض اور اس کے علاج کی تفصیل درج تھی۔ ماموں جان کے مریضوں میں ایک خاکروب یا چپڑاسی سے لے کر منسٹر اور سفیر تک شامل تھے۔

ماموں جان جب ایران سے واپس آئے اور اپنا کلینک کھولنے کا ارادہ کیا تو ایک احمدی دوست نے سیکٹرجی9-1، اسلام آباد میں اپنی دکان کرائے پر دی۔ جس میں تمام تیاریوں اور خرچوں کے بعد کلینک کھولا۔ میں ماموں جان کے ساتھ ہی ہوتا تھا ۔ کچھ دنوں بعد کہنے لگے یار غلطی ہوگئی ہے۔یہ علاقہ تو امیر لوگوں کا ہی لگتا ہے۔ زیادہ تر لوگ گھروں کے مالک ہیں یا بڑے عہدوں پر کام کر رہے ہیں۔ ان کا تو کوئی ڈاکٹر بھی علاج کر سکتا ہے۔ پھر ہم نے دوبارہ کلینک کی تلاش شروع کر دی اور جی7 کے علاقہ میں کلینک کی جگہ ڈھونڈی۔ اس علاقہ میں ارد گرد 4 کچی آبادیاں تھیں۔ جن میں زیادہ تر عیسائی مذہب سے تعلق رکھنے والے ، خاکروب اور انتہائی غریب لوگ آباد تھے جبکہ گورنمنٹ کے کوارٹروں میں چپڑاسی، کلرک اور کم آمدنی والے لوگ آباد تھے۔ پھر تقریباً 40 سال اسی جگہ پریکٹس کرتے رہے۔

میں نے جب اپنا کاروبارشروع کیا تو میرے دفتر آکرمجھے کہنے لگے کہ جس کرسی پر تمہیں خدا تعالیٰ نے بٹھایا ہے یہ عبادت کی جگہ ہے۔ پھر ناناجان پیرعبدالرحیم شاہ کی بات یاد دلائی کہ رزق تو ہر کوئی کما سکتا ہے لیکن رزق کے ساتھ ثواب کوئی کوئی کماتاہے۔

خدا تعالیٰ کے رحمان اور رحیم ہونے پر آپ کاایمان تھا۔ خاکسار کی 1995ءمیں 11 ماہ کی اسیری کے دوران 8 ماہ بعدجب ملاقات ممکن ہوئی توخاکسار کا وزن 17 پاؤنڈ کم ہو چکا تھا۔ میرے ساتھ موجود میجر صاحب نے اپنی صفائی پیش کرتے ہوئے کہا کہ نوید صاحب کو بہترین کھانا دیا جاتا ہے مگر یہ ہر وقت نماز یا قرآن پڑھتے رہتے ہیں اور کبھی سوتے ہی نہیں۔ ماموں کے پوچھنے پر میں نے بتایا کہ مجھے اس بات کا خوف رہتا ہے کہ میں اس آزمائش میں خدا کے معیار پر پورا اتروں اور کہیں قبولیتِ دعا کا کوئی لمحہ آرام میں نہ گزار دوں ۔ ماموں جان نے بڑے پیار سے مجھے سمجھایاکہ ہم انسان ہیں، فرشتے نہیں۔ ہمارے جسم کا بھی ہم پر حق ہے ۔ پھر اُسوہ رسول کریم سے مثال دے کر سمجھایا کہ ہمارا خدا بہت رحمان اور بے حد رحیم ہے۔ خدا کو اپنی رضا کے حصول کے لئے اتنی مشقت پسند نہیں۔اور مجھے خدا پر پورا توکل کرتے ہوئے کم از کم 4 گھنٹے کی نیند پوری کرنے کی تاکید کی۔3 ماہ بعد ہی محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری عزت و وقار کے ساتھ رہائی کے سامان پیدا ہو گئے۔

قرآن سے عشق اور بے خوف تبلیغ کا جنون جو میں نے اپنے نانا جان میں دیکھا تھا ماموں جان اس کا ایک مکمل عکس تھے۔ جماعت کے انتہائی مخالف مشہور علماء کو اپنے گھر بلا کراحمدیت اور حضرت مسیح موعودؑ کی سچائی پر قائل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔

خدا تعالیٰ ماموں جان کو اکثر وقت سے پہلے کچھ باتوں کی خبر یا اشارے عطافرما دیتا تھا۔ حضورِ انورایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز خلافت سے قبل ایک مرتبہ اپنے برادرِ نسبتی سید مولود شاہ سے ملنے ان کے گھر واقعہ اسلام آبادایف10 تشریف لے گئے جو ماموں جان کے گھر کی بالائی منزل پر رہائش پزیر تھے۔ گھنٹی کی آوازسن کر ماموں جان اس بات سے لا علم کہ کون آیا ہے جب گیٹ کھولنے جا رہے تھے توانہیں آواز آئی 'خلیفۃ المسیح الخامس'۔ ماموں جان کہتے تھے کہ اس کے بعد حضور کے منصبِ خلافت پر فائز ہونے سے پہلے بھی ہمیشہ اس لحاظ سے ادب کو ملحوظ رکھا۔

مجھے یاد ہے کہ نانی جان کی وفات پر جب ہم ربوہ پہنچے تو ماموں جان نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ حضورِ انور جو اس وقت ناظر اعلیٰ تھے سے جنازہ پڑھانے کی درخواست کی جائے۔ اکثر لوگوں نے یہی کہا کہ آپ اپنی بے حد مصروفیت کی وجہ سے آج کل جنازہ خود نہیں پڑھاتے۔ جب ماموں جان نے اپنے دادا پیر مظہر الحقؓ کے چھوٹے بھائی پیرعبدالرحمٰن کے ساتھ آپ کے دفتر جاکراپنی والدہ کا جنازہ پڑھانے کی درخواست کی تو اپنے میز پر پڑی فائلوں کے ڈھیر کی طرف اشارہ کیا اور ابھی کچھ کہنے والے تھے کہ پیرعبدالرحمن نے کہا میاں صاحب آپ کے دادا اور میں دودھ شریک بھائی ہیں۔ حضور فوراً مسکرائے اور فرمانے لگے پھر تو میں ضرور جنازہ پڑھاؤنگا۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی وفات پر ماموں جان کو ایک بار پھر بلند آواز میں 'مرزا مسرور احمد' سُنائی دیا اور پھر 2 دن بعد ہی اللہ تعالیٰ نے حضورِ انور کو منصبِ خلافت پر فائز فرمادیا ۔

خلافت سے عشق اس حد تک تھا کہ ہر دم اس کوشش میں مصروف رہتے تھے کہ اپنوں اور غیروں پر یہ ثابت کر سکیں کہ خلیفۂ وقت کی زبان سے نکلا ہوا ہر لفظ کب اور کس طرح پورا ہوا۔ گھر میں 3 جگہ مرد، خواتین مہمانوں اور گھر والوں کے لئے ایم۔ٹی۔اے کی نشریات کا اہتمام کررکھا تھا کہ سب بے تکلفی اور توجہ سے خلیفہ وقت کو سن سکیں۔ خطبات کے حوالے دے کرہمیں اپنی زندگیوں میں ہمیشہ وہ پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی طرف توجہ دلاتے رہتے تھے جس کی خلیفہ وقت کبھی خواہش بھی کرتے تھے۔ کئی سال لگاتار جلسہ سالانہ قادیان میں شرکت کے لئے جاتے رہے۔

حضور انورایدہ اللہ تعالیٰ سے ملنے کی بہت خواہش تھی جس کا اکثر ذکر کیا کرتے تھے۔

ماموں جان اپنے بزرگوں کی خوبیوں کا مجموعہ تھے۔ خدا تعالیٰ سے اس یقین سے دعا مانگنا کہ ہمارا خدا اس وقت ہمارے پاس موجود ہے اور ہمیں سن رہا ہے ہم نے اپنے انہی بزرگوں سے ہی سیکھا۔ انہی کی تربیت کے نتیجہ میں زندگی کے ہر نقصان اور آزمائش میں بھی خدا کے فضلوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر اس کی شکر گزاری کا حق ادا کرنے کی کوشش میں مصروف ہو کر رب کو راضی کرنے کی کوشش کرنا ہمیشہ خوف سے امن تک پہنچنے کا ذریعہ بنا۔

جماعتی عہدیداران اور واقفین زندگی کو ہمیشہ رشک کی نگاہ سے د یکھتے تھے ۔ میں نے ہمیشہ ماموں جان کوواقفین کا مختلف رنگ میں خاص احترام اور خدمت کرتے دیکھا۔خدا تعالیٰ نے آپ کو بھی 14 سال بحیثیت قاضی ضلع اسلام آباد خدمتِ دین کی توفیق عطاء فرمائی۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ماموں جان کی ہراُس کاوش کو قبول فرمائے جو انہوں نے اپنی زندگی ایک ایسے حقیقی مومن احمدی کا نمونہ بن کر گزارنے کی کوشش میں گزاری جس کی خواہش حضرت مسیح موعودؑ اور پھر خلفاءؑ نے کی اور انہیں مومنین کی اس صف میں شامل کرلے جن کو بغیر حساب کے جنت الفردوس کے اعلیٰ وارفع مقام عطاکرنے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ آمین ثم آمین

****

ڈاکٹر سجاد اختر ربانی۔کینیڈا

رپورٹ تقریب آمین ٹورنٹو ویسٹ لوکل امارت، کینیڈا

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ٹورنٹو ویسٹ لوکل امارت کو مورخہ 22 مئی 2020ء بروز جمعۃ المبارک (28 رمضان المبارک) کو موجودہ حالات کے پیش نظر آن لائن تقریب آمین منعقد کرنے کی توفیق ملی۔ پروگرام کا آغاز دعا کے ساتھ ہوا جو محترم سید طارق احمد شاہ صاحب لوکل امیر ٹورنٹو ویسٹ جماعت نے کرائی، جس کے بعد مکرم شیخ عبدالہادی نیشنل سیکرٹری تعلیم القرآن کینیڈا نے تقریب آمین کا تعارف پیش کیا۔ پھر مکرم عمران الحق بھٹی صاحب مربی سلسلہ نے بچوں سے قرآن کریم سنا۔ امسال قرآن کریم مکمل کرنے والوں میں 25 بچوں کے نام موصول ہوئے تھے جن میں سے 5 تقریب میں شامل نہ ہو سکے، باقی جن بچوں نے تقریب میں شرکت کی اُن کے نام حسب ذیل ہیں۔

1. Adeel Ahmad Zahir s/o Dr. Sajjad Akhter
   Halqa Ahmadiyya Abode of Peace
2. Fareeha Hashir d/o Dr. Ahsan Hashir
   Halqa Ahmadiyya Abode of Peace
3. Huda Shahzaad d/o Shahzaad Ahmad
   Halqa Ahmadiyya Abode of Peace
4. Monis Ahmad s/o Mubarik Ahmed
   Halqa Ahmadiyya Abode of Peace
5. Zain Mirza s/o Faiza Nasir
   Halqa Ahmadiyya Abode of Peace
6. Khaqan Aamir Minhas s/o Dr. Aamir Minhas
   Halqa Ahmadiyya Abode of Peace
7. Musawar Ahmed s/o Mubashar Ahmed
   Halqa Ahmadiyya Abode of Peace
8. Eiman Wasim d/o Wasim Ahmad
   Halqa Emery Village
9. Hassan Hameed s/o Abdul Hameed
   Halqa Emery Village
10. Muskan Hameed d/o Abdul Hameed
    Halqa Emery Village
11. Danial Ahmad s/o Safi Ullah
    Halqa Emery Village
12. Kamran Asim s/o Asim Zubair
    Halqa Rexdale North
13. Noman ahmad s/o Ashfaq Ahmad
    Halqa Rexdale North
14. Ayaan Janood d/o Saad Janood
    Halqa Western Islington
15. Syed Muhammad Ashar Janood s/o Syed Talha Janood
    Halqa Western Islington
16. Saamiyah Zaki d/o Zaki ud Din
    Halqa Western Islington
17 .Mutayyab Suadan Ahmad s/o Naseer ud Din Babar
    Halqa Western North West
18. Shaikh Hassan Ahmed s/o Shaikh Adam Saeed
    Halqa Western North West
19 .Izdihaar Kashif s/o Kashif Ahmed Pervaiz
    Halqa Western South
20. Hania Malik d/o Mohammd Afzal Malik
    Halqa Western South

قارئین الفضل سے درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان بچوں کا قرآن کریم مکمل کرنا مبارک کرے اور ان کو بھی اور ہم سب کو بھی باقاعدگی کے ساتھ تلاوت قرآن کریم کی توفیق عطا فرمائے۔

”دیوانوں کی فہرست میں اِک نام بڑھادے“

اے خامۂ تقدیر ذرا کام دکھا دے
”دیوانوں کی فہرست میں اک نام بڑھا دے“

گر عرش کا تارہ ہوں سجا مجھ کو فلک پر
گر ذرہ خاکی ہوں تہِ خاک سُلا دے

ویسے تو شہادت ہے مہ و مہر کی کافی
اَذہان سے اَوہام کی چلمن بھی ہٹا دے

بستی میں کہیں چھوڑ کے آیا ہوں میں خود کو
بچھڑا تو نہیں خود سے مگر پھر بھی ملا دے

اِس یومِ خلافت کی صداقت کے ہی صدقے
ہاتھوں سے مسیحا کے کوئی جام پلا دے

دشمن کو جو للکارے ببر شیر کی مانند
آئینِ وفا دار و غمِ ہوش رُبا دے

آغاز خلافت کا ہوا نور سے دیں کے
مہدی کی محبت جو رگ و پے میں بسا دے

دے عشقِ صفا کام جو محمود کو بخشا
جو دین کی چاہت کو جنوں خیز ہوا دے

اسلام کی سطوت کو نیا رنگ دلا کر
احرار کے قدموں تلے انگار بچھا دے

اور ناصرِ ذی جاہ کی مسکان تھی جادو
ایوان میں دشمن پہ جو اِک دھاک بٹھا دے

بس ایک ہی مقصد تھا مرا پیارا خدا اب
اسلام کا اثبات جو دنیا کو دکھا دے

عرفان کی مجلس ہے جو طاہر نے سجائی
اُس انجمنِ ناز کے قدموں میں بٹھا دے

احمد ہو کہ محمود ہو ناصر ہو کہ طاہر
میں ساتھ ہوں ہر دم، مرے مسرور بتا دے

اے اہلِ طلب! راہِ نجات ایک ہی ہے بس
بیعت ہے جو پچھلوں کو بھی پہلوں سے ملا دے

کر مجھ کو تونمند برومند اے مولیٰ!
شاخوں پہ خیالوں کی حسیں پھول کھلا دے

محمد مقصود احمد منیب

اِنِّی قریب کہہ کے مرا منتظر ہے وہ

واقف ہے میرے حال سے، سب باخبر ہے وہ
دل کی مرے پاتال تک رکھتا نظر ہے وہ

دستک جو دے رہا ہے مرے دل پہ بار بار
اِنِّی قریب کہہ کے مرا منتظر ہے وہ

ڈھارس بندھائی دل کی یہ کہہ کر کبھی کبھی
اُس نے کہا تو سچ ہے بڑا معتبر ہے وہ

پائے گا اب جہاں میں کہاں کس جگہ اماں
دِرِ یار کو جو چھوڑے ہوا دربدر ہے وہ

دُشمن ستم گری کی لکھے جب بھی داستاں
ہر بار حوصلے کو بنا چارہ گر ہے وہ

بیٹھے ہیں جس پہ آکے پرندے جہان کے
جس کو خدا نے آپ لگایا شجر ہے وہ

دل مطمئن سا ہو گیا سُن کر جسے مرا
طیور کی زبانی آئی خبر ہے وہ

تم پھر رہے ہو ڈھونڈتے طارق کہاں اسے
حبل ورید سے تری نزدیک تر ہے وہ

ڈاکٹر طارق انور باجوہ۔لندن

عید

دیتی ہے قدسیہ عیدمبارک الحمدللہ کہہ کر
زیرِ لب ہو دعا،درود،خدا کا نام ہے اس عید پر

نصرت قدسیہ وسیم۔فرانس

حافظ مصور احمد مزمل۔سینیگال

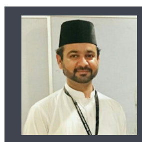

رمضان المبارک کے بابرکت مہینہ میں جماعت احمدیہ سینیگال کی خدمت انسانیت

اللہ تعالیٰ کے فضل سےامسال جماعت احمدیہ سینیگال کو ہیومینیٹی فرسٹ سینیگال اور ہیومینیٹی فرسٹ کینیڈا کے تعاون سے کرونا وائرس کی وجہ سے بیروزگار اور متاثر ہونے والے مستحقین اور غرباء کی مدد کرنے کا موقع ملا جس میں احباب جماعت نے غیر معمولی طور پر حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ تمام متاثرین اور بیروزگار افراد کی مدد فرمائے اور جماعت احمدیہ کو انسانیت کی مزید خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

یہ جماعت احمدیہ کا ہی طرہ امتیاز ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح کی قیادت میں بحیثیت جماعت خدمت دین کے ساتھ ساتھ خدمت انسانیت میں بھی ہر آن مصروف عمل رہتی ہے ۔ اور یہ سلسلہ صرف ایک ملک یا ایک علاقہ تک محدود نہیں بلکہ دنیا کے 213 ممالک میں نہایت منظم طریق پر،حضرت خلیفۃ المسیح کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے افراد جماعت،ذیلی تنظیموں اور ذیلی اداروں مثلا نصرت جہاں سکیم،ہیومینیٹی فرسٹ اور IAAAEوغیرہ کے تعاون سے بلا تفریق رنگ و نسل ومذہب مستحق افراد تک امداد کی ترسیل کو یقینی بنایا جاتا ہے۔

امسال مارچ کے اواخر میں جب کرونا وائرس نے دنیا کو اپنی لپیٹ میں لینا شروع کیا۔ تو ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ایک خاص ہدایت جاری فرمائی کہ انفرادی و اجتماعی ہر دو لحاظ سے مستحقین کی مدد کی جائے۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر تمام دنیا میں افراد جماعت نےلبیک کہا ۔ اور اسی طرح اجتماعی طور پر ذیلی تنظیموں اور ذیلی اداروں نے مستحقین کی امداد کے لئے حکمت عملی تیار کی ۔

ماہ اپریل کے آغاز میں تمام دنیا کی طرح حکومت سینیگال نے ملک میں لاک ڈاون کر کے مختلف قسم کے کاروبار بند کر دیئے اور بعض پر پابندیاں بھی لگا دیں ۔ جس کے نتیجہ میں ایک بہت بڑا طبقہ اچانک بیروزگار ہو گیا۔ اور غیر معمولی طور پر غربت میں اضافہ ہوا۔ اور معاشی انحطاط کی وجہ سے ہر طبقہ شدید متاثر ہوا۔

دنیا کی تمام جماعتوں کی طرح جماعت احمدیہ سینیگال نے ہیومینیٹی فرسٹ سینیگال اور ہیومینیٹی فرسٹ کینیڈا کے تعاون سے رمضان المبارک کے بابرکت مہینہ میں سینیگال کے 14 ریجن میں حکومتی عہدیداران مثلا گورنر ،مئیراور لوکل حکام کے ساتھ مل کر خصوصاً دیہاتی علاقوں میں مستحق افراد تک رسائی حاصل کی ۔ اور ان میں بصورت راشن اور نقدی امداد کی تقسیم کی جس کی مختصر رپورٹ ذیل میں درج ہے ۔

1۔ چینی	2219کلو
2۔ چاول	3280کلو
3۔ چائے	2260پیک
4۔ آئل	635لیٹر
5۔ آلو	50 کلو
6۔ پیاز	120کلو
7۔ کھجور	150کلو
8۔ میکرونی	150کلو
9۔ ہینڈ سینیٹائزر	75 بوتل
10۔لیکوڈ صابن	288 بوتل
11۔صابن	1446 عدد
12۔جراثیم کش محلول	311 بوتل
13۔کپڑے	20 سوٹ
14۔خشک دودھ	300کلو
15۔مایونیز	40کلو
16۔چاکلیٹ	40کلو

جماعت احمدیہ سینیگال نے مذکورہ بالا تفصیل کے تحت سینیگال کے 14 ریجنز کے 125 دیہاتوں کے 2014 خاندانوں میں بصورت راشن تقسیم کیا اور ایک کثیر رقم بصورت نقدی سینیگال میں 450 مستحق خاندانوں میں تقسیم کی گئی ۔ اس طرح کرونا وائرس کی وبا کے ابتدا سے رمضان المبارک کے دوران اور عید کے بابرکت موقع پر مجموعی طور پر سینیگال کے 2464 خاندانوں میں بصورت راشن و بصورت نقدی قریباً 30,000ڈالر خرچ کر کے مستحق اور غریب خاندانوں اور کرونا کی وجہ سے بیروزگار افراد کی امداد کی گئی ۔ فالحمد للہ علی ذلک

درخواست دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ بھرپور خدمت انسانیت کی توفیق عطا فرمائے ۔آمین

اسلام کی خوبصورت تعلیم

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

’’حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک موقع پر اسلام کی خوبصورت تعلیم کا توریت اور انجیل سے مقابلہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ’’انجیل میں لکھا ہے کہ تو بدی کا مقابلہ نہ کر‘‘۔ فرمایا کہ ’’انجیل میں لکھا ہے کہ تُو بدی کا مقابلہ نہ کر۔ غرض انجیل کی تعلیم تفریط کی طرف جھکی ہوئی ہے اور بجز خاص حالات کے ماتحت ہونے کے انسان اس پر عمل کر ہی نہیں سکتا۔ دوسری طرف توریت کی تعلیم کو دیکھا جاوے تو وہ اِفراط کی طرف جھکی ہوئی ہے اور اس میں بھی صرف ایک ہی پہلو پر زور دیا گیا ہے کہ جان کے بدلے جان، آنکھ کے بدلے آنکھ اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت توڑ دیا جاوے۔ اس میں عفو اور درگذر کا نام تک بھی نہیں لیا گیا۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ کتابیں مختص الزمان اور مختص القوم ہی تھیں۔‘‘ (یعنی ایک خاص زمانے کے لئے اور ایک خاص قوم کے لئے تھیں) ’’مگر قرآن شریف نے ہمیں کیا پاک راہ بتائی ہے جو اِفراط اور تفریط سے پاک اور عین فطرت انسانی کے مطابق ہے۔ مثلاً مثال کے طور پر قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ جَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثۡلُهَا۔ فَمَنۡ عَفَا وَاَصۡلَحَ فَاَجۡرُهٗ عَلَی اللّٰهِ (الشوریٰ: 41) یعنی جتنی بدی کی گئی ہو اسی قدر بدی کرنی جائز ہے۔‘‘ (یعنی اتنی سزا دینی جائز ہے) ’’لیکن اگر کوئی معاف کر دے اور اس معافی میں اصلاح مدنظر ہو۔ بے محل اور بے موقع عفو نہ ہو بلکہ برمحل ہو تو ایسے معاف کرنے والے کے واسطے اس کا اجر ہے جو اسے خدا سے ملے گا۔ دیکھو کیسی پاک تعلیم ہے۔ نہ اِفراط، نہ تفریط۔ انتقام کی اجازت ہے مگر معافی کی تحریص بھی موجود ہے۔‘‘ (بدلہ لینے کا حکم ہے لیکن ساتھ ہی معافی کے لئے توجہ دلائی گئی ہے بلکہ حرص دلائی گئی ہے کہ اس سے تمہیں اللہ تعالیٰ کے ہاں انعام ملے گا) فرمایا کہ ’’بشرط اصلاح یہ ایک تیسرا مسلک ہے جو قرآن شریف نے دنیا کے سامنے رکھا ہے۔ اب ایک سلیم الفطرت انسان کا فرض ہے کہ ان میں خود موازنہ اور مقابلہ کر کے دیکھ لے کہ کون سی تعلیم فطرت انسانی کے مطابق ہے اور کونسی تعلیم ایسی ہے کہ فطرت صحیح اور کانشس اسے دھکّے دیتا ہے۔‘‘ (ملفوظات جلد 10صفحہ 401)

پس اسلام کی تعلیم ہی ہے جو ہر زمانے میں دنیا کے مسائل کا حل ہے چاہے وہ سزا کے لئے ہوں یا دوسرے مسائل ہوں۔‘‘

(خطبہ جمعہ مؤرخہ 22جنوری2016ء)

’’دیوانوں کی فہرست میں اِک نام بڑھا دے‘‘

اللہ کی نوبت بجے دنیا کو صدادے
زجاجِ خلافت سے تو ظلمات کو مٹادے

لے آئے ہیں ثریا سے ایماں جو زمیں پر
وارث ان آخرین کا خدا ہم کو بنا دے

مانگے یہ دعا ازل سے ہر قلبِ عبقری
’’دیوانوں کی فہرست میں اِک نام بڑھادے‘‘

کافوری، زنجبیلی، سلسلبیلِ خلافت
سیرابی ابد تک ہمیں یہ آبِ بقا دے

من موتی آب دار سے ہےمالا پرونی
مریم کو سیپ جیسا وہی ذوق صناع دے

مریم منور

DAILY LONDON ALFAZL ONLINE
www.alfazlonline.org
@alfazlonline
@alfazlonline
ONLINE EDITION Download on the App Store ANDROID APP ON Google play
اپنے مضامین، آرٹیکلز، نظمیں اور آراء درج ذیل ذرائع میں سے کسی ایک پر بھجوائیں
0044 74 9378 5065
0044 79 5161 4020
info@alfazlonline.org

ڈاکٹر طارق احمد مرزا۔آسٹریلیا

آسٹریلیا کا منفرد جانور۔ کینگرو

کینگرو ایک ایسا انوکھا اورمنفرد قسم کا جانور ہے جوصرف آسٹریلیا میں پایا جاتا ہے۔اس لحاظ سے یہ آسٹریلیا کی پہچان ہے اور اس ملک کے سرکاری طغرے(Coat of Arms) میں اس کی تصویر بھی شامل ہے۔

کینگرو ایک سبزی خور،جگالی کرنےوالاجانورہے۔اس کی کئی اقسام پائی جاتی ہیں۔یہ مختلف جسامت اوررنگوں کا ہوتاہے۔اس کے نام کی وجہ تسمیہ یہ بتائی جاتی ہے کہ قدیمی آسٹریلین ایبوریجنی باشندے اسے اپنی زبان میں ’’گنگرو‘‘ (Gungurru) کہتے ہیں جو انگریزی میں بگڑکر Kangaroo بن گیا۔

کینگروکی سب سے بڑی نسل سرخ کینگرو کہلاتی ہے ۔ اس کا وزن 90کلو تک،اونچائی ایک اعشاریہ آٹھ میٹر تک اور منہ سے دُم تک لمبائی 9 فٹ تک ہوسکتی ہے۔ ان کی اوسط عمر 23 برس تک ہوتی ہے۔

کینگرو کی ایک نسبتاً چھوٹی نسل ’والابی‘(Wallabies) کہلاتی ہے۔ ایک اورچھوٹی نسل شجری کینگرو(Tree Kangaroo) کہلاتی ہے کیونکہ یہ درختوں پہ باآسانی چڑھ جاتی ہے بلکہ زیادہ تر وقت درختوں پر ہی گزارتی ہے۔ اس کے جسم اور دُم پر گھنے بال ہوتے ہیں۔ یہ کینگرو ایک درخت سے دوسرے درخت تک 20 فٹ تک کی چھلانگ لگا لیتے ہیں۔اسی طرح 60 فٹ کی بلندی سے چھلانگ لگاکربراہ راست زمین پراترسکتے ہیں۔ اس نسل کے کینگرو ہمسایہ ملک نیوگنی میں بھی دریافت ہوئے ہیں۔

کینگرو کی ایک اور قسم بہت ہی ننھی منی ہوتی ہے ۔اس نسل سے تعلق رکھنے والے ’’چوہا کینگرو‘‘(Rat Kangaroo) کہلاتے ہیں کیونکہ یہ ایک عام چوہے کے سائزکے ہوتے ہیں۔ اس نسل کے معدوم ہونے کا خطرہ پیدا ہوچکا ہے کیونکہ گوشت خور جانور اور پرندے انہیں باآسانی شکارکرلیتے ہیں۔یہ بھی سپرنگ کی طرح پچھلی 2ٹانگوں پر اُچھل اُچھل کر چلتے ہیں۔

آسٹریلیا میں کھدائی کے دوران ایسے معدوم نسل کے کینگروؤں کے ڈھانچے بھی ملے ہیں جو دیو ہیکل قدوقامت کے حامل ہوتے تھے اور لاکھوں برس پہلے یہاں ان کی بہتات ہُواکرتی تھی۔

کینگروکی اگلی ٹانگیں چھوٹی جبکہ پچھلی بہت بڑی اورطاقتورہوتی ہیں۔ اس کی دُم بھی لمبی اور نہایت طاقتورہوتی ہے جو اسے چھلانگیں لگانے نیز حملہ آور ہوتےوقت اس کا سارا وزن سہارنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ کینگرو کو زمین پہ نقل وحرکت کرنے کے لیئے پچھلی دونوں ٹانگوں پر چھلانگیں لگانا پڑتی ہیں۔ بڑے سائز کے کینگروکی ایک چھلانگ بسا اوقات 8 میٹرلمبی اور پونے دو میٹر اونچی ہو سکتی ہے۔اس بنا پر یہ قریباً 60 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے دوڑنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

کینگروپانی میں تیرنا بھی جانتے ہیں اوراس مقصدکے لئے یہ اپنی پچھلی دونوں ٹانگیں باری باری چلاتے ہیں جبکہ زمین پر چھلانگیں لگانے کے لئے دونوں ٹانگوں کوبیک وقت استعمال کرتے ہیں۔

کینگرو عموماً فیملی بنا کر رہتے ہیں۔ ایک خاندان متعددمادہ کینگروؤں اور ان کے بچوں پر مشتمل ہوتا ہے، اوران کاسربراہ ایک نر کینگرو ہوتاہے۔سربراہ کینگرو اپنے خاندان میں کسی دوسرے نر کینگرو کو شامل ہونے نہیں دیتا اور کوئی دخل در اندازی کرتا ہے تو ’کِک باکسنگ‘ (Kick Boxing) کی طرح مارمارکر بھاگ جانے پر مجبورکردیتا ہے۔اس لڑائی میں وہ اگلی ٹانگوں کے نوکیلے پنجوں کو بھی خوب استعمال میں لاتاہے۔

ان کی کِک باکسنگ کا شکار بسا اوقات ان کے قریب آنے والے انسان بھی ہوجاتے ہیں اور کئی تو پیٹ کے اعضا پھٹ جانے کے نتیجے میں جاں بحق بھی ہوجاتے ہیں۔ کیونکہ یہ اچھل کر اپنی پچھلی دونوں ٹانگیں بڑے زور سے مدمقابل کے پیٹ میں مارتے ہیں۔اس لئے بظاہر معصوم نظرآنے والے ان جانوروں سے فاصلے پہ کھڑا ہونے میں ہی عافیت ہوتی ہے۔ پارکوں، چڑیاگھروں وغیرہ میں انہیں جنگلے کے پیچھے ہی رکھا جاتا ہے۔

کینگرو دودھیل جانورہے۔ مادہ کینگرو کو قدرت نے پیٹ کے آگے ایک تھیلی بنا کردی ہوئی ہے جس کے اندر وہ اپنے بچے کودودھ پلاتی،پالتی پوستی بھی ہے اور اسی میں لے کرچلتی پھرتی بھی ہے۔

واضح رہے کہ کینگرو کا بچہ محض ایک ماہ کے حمل کے بعد پیدا ہوجاتا ہے جبکہ اس کی آنکھیں ابھی نہیں بنی ہوتیں لیکن باوجوداندھا ہونے اور محض ایک یا ڈیڑھ انچ کی جسامت رکھنے کے، پیدائش کے معاً بعد ماں کے بالوں میں سے رینگتا ہوااس تھیلی کے اندر پہنچ جاتا ہے،جہاں نہ صرف دودھ کا انتظام موجود ہوتاہےبلکہ حرارت اورتحفظ کا بندوبست بھی۔ کینگروکے بچے خاصے بڑے ہونے تک ماں کے ساتھ اسی تھیلی کے اندررہتے ہیں۔خود چلنے پھرنے اورکھانے پینے کی عُمر(تقریباً 4ماہ)کو پہنچنے پرچھلانگ مارکرباہر نکل آتے ہیں،اورتھکاوٹ یا نیند کا شکار ہوں یا خطرہ دیکھیں تو فَٹ سے تھیلی کے اندر چلے جاتے ہیں۔10 ماہ کا ہو جانے کے بعد وہ تھیلی سے باہر مکمل طورپر آزادانہ زندگی گزارنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔

مقامی ایبوریجنی باشندے صدیوں سے کینگرو کا گوشت کھاتے اور اس کی کھالوں کوستر پوشی، بستر وغیرہ کے طورپر استعمال میں لاتے رہے ہیں۔یہ لوگ کینگرو کی دُم کو خاص اہمیت دیتے ہیں۔ اور اسے جسمانی طاقت اور بحالی صحت کے لئے انتہائی مفید سمجھتے

ہیں۔ ایک دوسرے کو کنگروکی دُم بطورتحفہ بھی دیتے ہیں جو بہت قیمتی اور قابل قدرتحفہ سمجھاجاتا ہے۔

آسٹریلیا کی سپرمارکیٹ اور گوشت کی دکانوں میں کینگرو کا گوشت بھی عام دستیاب ہوتا ہے جس میں چربی کی مقدار نہ ہونے کے برابر، جبکہ عمدہ پروٹین اور فولاد وافرمقدارمیں موجودہوتی ہے۔

کینگروکی کھالوں سے فَروالے کوٹ،قالین،جوتے،کرکٹ کی گیندیں اوردیگر بہت ساری مصنوعات تیارہوتی ہیں۔

****

طلوع و غروب آفتاب

9جون2020ء	طلوع فجر	غروب آفتاب
مکہ مکرمہ	04:13	19:02
مدینہ منورہ	04:04	19:09
قادیان	03:43	19:33
ربوہ	03:23	19:15
اسلام آباد ٹلفورڈ	03:19	21:17